19- مر
20 – ط
21- أنبي

سورۂ طٰہٰ

مکی ہے اور اس مین ایکسو پینتیس آیتین ہین ۱۳۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

طٰهٰ یہہ حروفِ مقطعات متشابہات ہین یا کلمہ مفسّر معنی مین یا رجل کے ہے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز کو کھڑے ہوتے تو

طٰہٰ بطور اشارہ کے یہی معنے ہین کہ ط کے نو عدد ہین اور ہ کے پانچ کل چودہ ہوئے۔
طٰہٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ہے یعنی اے چودہوین رات کے چاند اتنی مشقت نہ اوٹھاؤ۔ ۱۲

۱ اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ عن ابن عباس فی قولہ طٰہٰ قال یا رجل (در)

۲ عبد بن حمید وابن منذر (در) اور حضرت قاضی عیاض شفا صفحہ (۳۳) مین لینے اسنا اور عبد ابن حمید کی تفسیر سے مسندًا ربیع ابن انس سے روایت کی چنانچہ بعضون نے کہا کہ وہ وطی ہے امر ہے اور ھا ضمیر ہے راجع طرف زمین کے یعنے دونون قدمون سے زمین پر اعتماد کرو اور ایک ہی قدم پر

20-2

ایک پاؤن پر قیام کرتے اور دوسرا اوٹھا لیتے پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا
طٰہٰ یعنے طَأِ الْاَرْضَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنے دو نون
پاؤن سے زمین کو روندو ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۱ - اعتماد کرکے اپنے نفس کو تکلیف نہ دو اور آخر مین یہ بھی لکھا کہ اس مین خوبی معاملہ اور عمدہ اکرام جسقدر ہے وہ ظاہر ہے اور یہ بھی لکھا کہ بعضون نے کہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نامون مین سے ایک نام ہے -

سلہ یعنے کبھی دائین کبھی بائین پر - ۱۲

حضرت شیخ ابن عربی فرماتے ہین - طٰہٰ طا اشارہ بطاہر اور ہا اشارہ بہادی - بات یہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عین رحمت ہونے سے اپنی قوم پر تاسف و ترحم کرتے اور اس غم مین اپنی جان ہلاک کرتے کہ اون مین قرآن مجید کا اثر نہین ہوتا ہے پس راتون کو عبادت و قیام مین صبح کردیتے اور نماز مین قایم رہتے یہانتک کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر گئے تو اللہ تعالےٰ نے خبر دی کہ ان لوگون کا ایمان نہ لانا کچھ تمھاری جہت سے نہین ہے کہ تمھاری نصیحت وعظ مین تاثیر نہ ہو بلکہ یہ اونھین کی جہت سے ہے کہ اونکا حجاب سخت ہے اور اونکی قساوت اور تاریکی نے اونکی استعداد باطل کر دی ہے پس وساوس اون مین تاثیر کرتے ہین اور وحی تاثیر نہین کرتی اور یہ وجہ بالکل نہین ہے کہ تمھارے صفات نفس سے کچھ باقی ہے اور تم مین انانیت اور قصور ہدایت موجود ہے پس اپنے نفس کو تعب مین مت ڈالو پس اللہ تعالےٰ نے دونامون سے ندا فرمائی کہ یا طاہر یعنے کسی نفس سے ملوث نہین بلکہ طاہر ہے اور یا ہادی تمھارے مین ہدایت کی لیاقت پوری ہے اور بحمد اللہ کہ تم کامل مکمل ہو اور تمھاری ہدایت سے اون کو راہ نہ حاصل ہونا اسوجہ سے ہے کہ اون مین قساوت شدیدہ موجود ہے اور یہ تنزیل تذکرہ اہل خشیت کے واسطے ہے اور خشیت نرمی قلب ہے اور قساوت اوسکی ضد ہے اور تاثیر کے واسطے خشیت شرط ہے پس اون کو ہدایت نہ ہوئی یعنے تنزیل اس سے لئے ہے جو متصف بجمیع صفات جمالیہ و جلالیہ ہے اور تمھاری ذات کو بھی جمیع سے نصیب ہے ورنہ

لِتَشْقٰۤى ۙ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۙ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ؕ

(اے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم پر قرآن اسلئے نہیں اوتارا کہ تم مشقت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۲ - تم سے اوس کے قبول وتحمل کا امکان نہوتا کیونکہ اثر کے واسطے مناسبت مورد ضرور ہے جیسے مناسبت مصدر ضرور ہے پس جب مصدر الوحی ذات مستجمع جمیع صفات واسمار حسنٰے ہے تو مورد جو تمھاری ذات ہے وہ بھی موصوف بصفات ہے پس جب اللہ تعالےٰ نے آسمانون کو اور زمین کو یعنے عالم ارواح وعالم اجسام کو پیدا کرکے حجاب اپنے جلال کا اور پردہ اپنے جمال کا کر دیا ایسی ہی تکو تمھارے طبقات غیوب یعنے رد عائیت ومراتب کمال کو زمین بدن سے مستور کر دیا کہ عوام نہین دیکھ سکتے ہین - جیسے کل کے وجود پر بصفت ظہور رحمانیت مستوی ہوا کہ جمیع موجودات کو اوس سے فیض ہے یون ہی تمھارے قلب کے عرش پر جمیع صفات سے ظہور فرمایا ہے اور تمھارے قلب سے فیض تمام مخلوقات کو ہے اسی واسطے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کے لئے رحمت ہین اور نبوت آپکی تمام خلایق کے واسطے عام ہے پس استویٰ کے معنی بیان حضرت صلے اللہ علیہ سلم کے قلب پر ظہور سوی ہے اور ظہور سوی یعنی تمام وکمال اسواسطے کہ سوائے آپ کے کسی مظہر مین یہ ظہور تمام وکمال نہین ہوا اور یہ سوائے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور پر صادق نہین ہے اور اسی وجہ سے آپ کے واسطے سایہ نہین تھا اسلئے کہ صفات حق عزوجل کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین ایسا کوئی بقیۂ صفات بشری کا نہ رہا تھا کہ جس کو یہ کہا جائے کہ بعد فنا کے باقی بصفت حق نہین ہوئے - حاصل یہ کہ تنزیل موصوف مصدر مستجمع صفات سے بجمیع صفات موصوف ہوکر مورد جامع صفات کمالات پر نازل ہوا اور یہ استجماع کمالات کسی اور فرد بشر مین نہین ہوا ہے مترجم کہتا ہے چونکہ مواہب وغیرہ مین احادیث ہین کہ عرش اعظم بھی حضرت ہی کے نور سے پیدا ہوا ہے اس سلئے شیخ اکبر نے حقیقی عرش قلب مصطفوی کو ٹھہرایا اور عرش اعظم کو حضرت کا ہی ایک پر تو سمجھنا چاہیئے ۱۲

لتشقی - الشقاء قد یجیئ بمعنی التعب کما انہ یجیئ بمعنے الخیبۃ - تذکرۃ - الاستثناء منقطع لان التذکیر لیس من جنس التعب - تنزیلا نصب باضمار فعلہ ویخشٰی او علی المدح (بیضاوی)

او کھاؤ۔ مگر اوس کو نصیحت کرنے کے لئے جو ڈرتا ہے اوسکا اوتارا ہوا ہی جسنے

زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ یعنے اوسکا کلام ہے جو زمین و آسمان کا خالق
ہے تو اب جس قدر سمجھ مین آئے سمجھنا اور جو سمجھ سے پرے ہو تو علماء راسخین
کے لئے اٰمَنَّا بِمُرَادِ اللّٰهِ وَبِمَا جَاءَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ کہکے چھوڑ دینا چنانچہ

اوسی متشابہ سے ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ہے رحمٰن عرش پر آیۃ ۵

مستوی ہوا۔ معالم مین لکھا ہے کہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ عرش پر استواء
اللہ تعالےٰ کے صفات مین سے ایک صفت بدون کیفیت کے ہے تو
آدمی کو اوسپر ایمان لانا واجب ہی اور اوسکا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے
امام مالک سے منقول ہے کہ استواء کا مفہوم معلوم اور کیفیت مجہول اور
اوسپر ایمان لانا واجب اور کیفیت سے سوال کرنا بدعت ہی۔ امام احمد بن
حنبل فرماتے ہین لَا يُوْصَفُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ اَوْ
وَصَفَهٗ بِهٖ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا نَتَجَاوَزُ الْقُرْاٰنَ
وَالْحَدِيْثَ الخ جب عرش اعظم کا ذکر ہوا جو سب سے اوپر ہے اب جو کچھ اوسکے

سلہ اللہ تعالےٰ کو اوسی سے موصوف کرنا چاہیئے جس طرح اوس نے اپنی ذات کا وصف بیان فرمایا
ہے یا اوس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح وصف بیان فرمایا۔ ہم قرآن و حدیث
سے آگے نہ بڑھینگے الخ اسی سلئے حنابلہ کہتے ہین کہ تاویل نہ کرنا چاہیئے اور اشعریہ تاویل کو جائز

نیچے ہے سب پر اپنی قدرت ثابت فرماتا ہے لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى ۝ اُسیکا ہے جو کچھ آسمانون مین اور جو کچھ زمین مین ہے اور جو کچھ اُن دونون کے بیچ مین ہے اور جو کچھہ تحت ثرے مین ہے۔ **بعد** ثبوت قدرت کے علم کو ثابت فرماتا ہے وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ۝ اور اگر تم پکار کر بات کرو تو وہ تو چھپے بھید۔ اور اوس سے بھی زیادہ مخفی کو جانتا ہے۔ یعنی جہر اوسکے سنانیکے لئے نہین بلکہ دوسری غرض سے ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٤٩٤) رکھتے ہین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اپنے عقیدہ مین ان دونو کا فیصلہ اسطرح فرماتے ہین کہ اے بھائی حنبلی تیرا بھائی اشعری جو تاویل کی طرف جاتا ہے تو اسی خیال سے کہ کہین کوئی تشبیہ وتمثیل نہ سمجھ جاے۔ اگر مجرد استوار مان لیا جاتا اور خوف تشبیہ نہ ہوتا تو وہ کیون تاویل کرتا۔ اور اے بھائی اشعری تیرا بھائی حنبلی نفی وتعطیل سے خوف کرتا ہے اور استوار کے معنی پر مبالغہ کرتا ہی در اڑا ہوا ہے جس سے شبہہ استقرار کا ہوتا ہے اب تم دونو باہم مصالحت کرلو حنبلی کو چاہئے کہ اوس مخفی استقرار کو جانے نہ دے اور استوار کو بحال رکھے۔ اور اشعری کو چاہئے کہ خوف تشبیہ سے آرام پائے اور تاویل پر نہ اڑے۔ مجرد استوار کا اقرار کرنا اوسکو کچھہ ضرر نہ دیگا۔ اب تم دونون مل کر کہو کہ اثبات بے تشبیہ اور نفی بے تعطیل ہے۔ ہم اوس پر ایمان لاتے ہین جو کچھہ اللہ تعالے نے فرماکر اوس سے ارادہ کیا۔ اور جو کچھہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرماکر اوس سے ارادہ کیا۔ ١٢

ما تحت الثری۔ قال محمد بن کعب ای ما تحت الارض السابعۃ (ابن کثیر)

وفی اللغۃ التراب الندی فیحتمل ان تکون تحتہ شیء علے اختلاف الروایات (کبیر)

السر۔ ما اسرہ ابن آدم فی نفسہ واخفی ما خفی عنہ مما ھو فاعلہ اخرجہ ابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی عن ابن عباس (در)

جیسے ذکر کا نفس مین رسوخ ہونا اور غیر کا خیال نہ آنا وسوسات کا دفع کرنا خدا کی طرف عاجزی سے گڑگڑانا شوق اور عشق کو بڑہانا غیرون کو ہشیار کرنا۔ جہان تک آواز پہونچتی ہے برکات کا پھیلانا۔ اور اون سب کو شاہد رکھنا ہی اور چونکہ مقابلہ مین اعدار کفار کے صحابہ بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے اور سب سے بڑے دشمن تو نفس و شیطان ہین اسی لئے صوفیہ ذکر جہر کی تعلیم کرتے ہین تا وہ دونون دفع ہون اور اللہ کے نام کی اونپر ہیبت طاری ہو۔ **بعد** ذکر صفات کے اپنی ذات پاک کی توحید بیان فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۔ اللہ کہ جس کے سوا کوئی معبود نہین اسکے سب نام بہت ہی اچھے ہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے نو دو نہ ۹۹ نام ہین جو اون کو گھیر لیا بخاری مین ہی کہ حفظ کیا جنت مین داخل ہوا

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ

آیت ۷

اسمائے الٰہی

لہ بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ اور حاکم اپنی مستدرک مین اور ابن حبان اپنی صحیح مین (حصن حصین)۔
لہ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و ابن حبان بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (حرز)

اللّٰه یہ اسم ذات تمام صفات کاملہ کا جامع ہی امام غزالی فرماتے ہین اس نام مین اشتقاق صرف بتانا بیکار تکلف ہے۔ اور اللہ کے سب نام اس اسم کی طرف مضاف ہوتے اور یہ اون مین سے کسی کی طرف مضاف نہین ہوتا۔ جیسے کہا جاسکتا ہے کہ رحیم و کریم وغیرہ اللہ کے نام ہین اور نہین کہہ سکتے کہ اللہ رحیم کا نام ہے۔ القدوس فعول للمبالغة من القدس وهو النزاهة عما يوجب نقصا السلام ای ذو السلامة من كل افة مصدر وصف به مبالغة مشتق كرجل عدل فكانه عين السلامة وقيل معناه بروضد السلام

المطلب ۲۶۱

المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر الخالق البارئ المصور الغفار

القهار الوهاب الرزاق الفتاح العليم القابض الباسط الخافض الرافع

المعز المذل السميع البصير الحكم العدل اللطيف الخبير الحليم العظيم

الغفور الشكور العلي الكبير الحفيظ المقيت الحسيب الجليل الكريم

الرقيب المجيب الواسع الحكيم الودود المجيد الباعث الشهيد الحق

المهيمن - اى الرقيب الحافظ لكل شئ من هيمن الطائر اذا نشر جناحه على فرخه صيانة له العزيز - اى الغالب الذى لا يغلب الجبار اما من الجبر بمعنى الاصلاح اى المصلح لامور الخلائق فانه جابر كل كسير او بمعنى الاكراه يقال جبره السلطان على كذا واجبره اذا اكرهه اى يجبر خلقه ويحملهم على ما يريده - فسبحان من اقام العباد فيما اراد المتكبر اى ذو الكبريا والعظمة البارئ وهو الذى يخلق الخلق - لا عن مثال سبق القهار - اى الغالب على جميع الخلائق الفتاح - اى الذى يفتح ابواب الرزق والرحمة العليم اى العالم بكل شئ من الكلى والجزئى والموجود والمعدوم والممكن والمحال وبما لا يكون ولو كان كيف يكون القابض - اى الذى يمسك الرزق وغيره من الاشياء عن العباد بلطفه وحكمته الباسط - اى الذى يوسع الرزق الحسى والمعنوي لمن يشاء من عباده الخافض اى الذى يهين الكافرين ويذل الفاجرين الرافع اى الذى يرفع المؤمنين بالاسعاد واولياءه بالتقريب والامداد الحكم بفتحتين مبالغة الحاكم اى المحكم علمه وقوله وفعله اللطيف اى العالم بدقائق الاشياء او هو الرفيق بعباده - الشكور اى المجازى على الشكر والمثنى على من اطاعه الكبير اى الذي لا يتصور الكبر منه فى الكبرياء

الوكيل القوي المتين الولي الحميد المحصي المبدئ المعيد المحيي المميت
الحي القيوم الواجد الماجد الواحد الاحد الصمد القادر المقتدر المقدم
المؤخر الاول الآخر الظاهر الباطن الوالي المتعالي البر التواب المنتقم
العفو الرؤف مالك الملك ذوالجلال والاكرام المقسط الجامع
الغني المغني المانع الضار النافع النور الهادي البديع الباقي الوارث
الرشيد الصبور - (ليس كمثله شئ وهو السميع البصير)

(بقيه حاشيه صفحه ۷۹۶) والعظمة المقيت اى المقتدر الحسيب اى الكافي الرقيب اى الحافظ الذى لايغيب عنه شئ الواسع اى الذي وسعت رحمته كل شئ الحكيم اى ذوالحكمة البالغه والذى يضع الاشياء فى مواضعها والذي يتقن ويحكم الاشياء الودود اى المحبوب في قلوب اوليائه اوالمحب لانبيائه واوليائه والجمع اولى لقوله تعالى يحبهم ويحبونه - الباعث اى الذي يبعث الانبياء هداة للاولياء وحججا على الاعداء اوالذي يبعث الخلق يوم القيمة الشهيد اى الشاهد الذي لا يغيب عن علمه شئ اوهو المشهود في نظر العارفين حتى قال بعضهم مارأيت شيأ الا ورأيت الله قبله اوبعده اوفيه الحق اي الموجود الثابت بحيث يعد غيره باطلا الوكيل اى الكفيل بارزاق العباد اوالموكول اليه امورهم فى المبدأ والمعاد المتين اي شديد القوة الحميد اى المحمود في كل افعاله والحامد على ذاته وصفاته وافعاله وفي الحقيقة هو الحامد والمحمود المبدئ اى الذي انشأ الاشياء وخلق من غير مثال سبق القيوم اي القائم بنفسه والمقيم لغيره الواجد اى الغني الذي يجد

ك يه اسم پاک حصن حصين مين مرقوم ہے ليکن جس کتاب سے ہم ترجمه کر رہے ہين اوس مين نہين ہے اور صاحب دلائل جو ساکن مدينه منوره ہين اونکی اجازت مين بھی نہين ہے ۱۲

امام غزالی[1] فرماتے ہین کہ سامعین اسماء الٰہی کے درجات ہین ایک تو صرف کان سے سُن لیتا ہی دوسرا معنی سمجھتا ہی تیسرا اعتقاد ان نامون کے معانی کا اللہ تعالےٰ کیلیئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۸ کل شئ وهو من الجدة بمعنى الغنى. الاحد باعتبار الذات و الواحد فی مقام الصفات ای الفرد الذی لم يزل وحده ولم يكن معه آخر وهو نظير ارباب الشهود الآن على ما كان عليه فى الوجود الصمد ای الذی لا يحتاج الى شئ ويحتاج اليه كل احد المتعالى فهو متفاعل من العلو ای الذی جل وعلا عن كل وصف وثناء البر بفتح الموحدة من البر بالكسر وهو مبالغة البار بمعنى المحسن المنعم التواب ای الذی يقبل توبة عباده ويوفقهم على التوبة ويرجع عليهم بالرحمة العفو فعول من العفو الرؤف فعول من الرأفة المقسط ای العادل يقال قسط يقسط فهو قاسط اذا جار ومنه قوله تعالى وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا. و اقسط يقسط فهو مقسط اذا عدل فالهمزة للسلب ومنه قوله تعالى اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ الجامع ای جامع الناس ليوم لا ريب فيه البديع ای المبدع المخترع الوارث ای الذی يرث الارض ومن عليها واليه يرجعون الرشيد ای الذی ارشد الخلق. الصبور ای الذی لا يعاجل العصاة بالعقوبة (من حرز الثمين مختصراً)

[1] امام غزالی کی ایک کتاب بزبان عربی جس کا نام مقصد اسنی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ ہے جو مطبوع ہنوز ہوئی اور قلمی بھی کم یاب ہی جس کی شان مین مُلّا علی قاری شرح حصن حصین مین کہتے ہین مَنْ اَرَادَ اسْتِقْصَاءَ مَعَانِى الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰى فَعَلَيْهِ بِنَحْوِ الْمَقْصَدِ الْاَسْنٰى لِلْغَزَالِى وَقَدْ ذَكَرْنَا طَرَفًا مِّنْهُ فِى الْمِرْقَاةِ شَرْحِ الْمِشْكٰوةِ - یعنے جسکو اللہ تعالےٰ کے نامون کے پورے طور سے معانی دیکھنا ہو تو مقصد اسنیٰ دیکھے۔ اس فقیر کے دل مین آیا کہ اپنے وہ ہندی بھائی جو عربی سے ناواقف ہین اگر اون کو اسماء رب تعالیٰ کے معنے معلوم ہو جائین تو وہ اون اسماء و صفات سے متخلق و متصف ہونگی بھی کوشش کرینگے۔ اور مفت مین یہ عاصی ماجور ہوگا۔ اور اسی تفسیر کے صفحہ ۲۰۳ - آخر بنی اسرائیل مین کچھ بیان لکھ کر یہ حاشیہ

بغیر کشف کے رکھتا ہی یہی درجہ اکثر علما کا ہے۔ لیکن مقرّبون کو ان نامون کے معانی بطورِ کشف ومشاہدہ حاصل ہوتے ہین اور وہ اون اسماء وصفات سے متخلق ومتّصف ہو کر ربّانی (یعنے خدا سے قریب) ہو جاتے ہین۔ **اب** ہم ہر اک نام کا معنی اور اوس سے بندہ کا کیا حصّہ اور حظ ہے اور وہ کس طرح متخلق ومتصف ہو سکتا ہی بیان کرتے ہین (اَللّٰهُ) یہ اوس موجودِ حقیقی کا نام ہے جو صفاتِ ربوبیت سے اور وجودِ حقیقی سے منفرد ہے۔ کیونکہ ہر موجود جو اوسکے سوائے ہی بذاتہ وجود کا مستحق نہین بلکہ باعتبار اپنی ذات کے ہالک ہی۔ اور اوس جہت کے لحاظ سے جو خدا کی جانب سے ہی موجود ہے اور اوسی سے وجود حاصل کیا ہی۔ اور تمام نامون کے معانی سے بندہ کا کسی طرح متصف ہونا ممکن ہی لیکن اس نام کا معنیٰ اوسی کے لئی خاص ہے اور اس مین کسی طرح کی شارکت خواہ حقیقی ہو یا مجازی ممکن نہین **(فائدہ)** بندہ کا حصہ اس نام سے تألہ وتحیّر ہے یعنی اللہ کی طرف قلب اس طرح مستغرق رہی کہ اس کے غیر کو نہ دیکھے اور اس کے ماسوا کی طرف التفات نکری اوسی سے امید رکھے اور اوسی سے ڈرے کیونکہ اس اسم سے سمجہا گیا ہی کہ موجودِ حقیقی وہی حق تبارک وتعالیٰ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۹ ۔ دیا تھا کہ اگر خدا چاہے تو سورۂ طٰہٰ مین پوری طور سے لکھا جائیگا پھر وہ وعدہ وفا کرنا بھی ضرور ہی لیکن پھر بھی ناظرینِ تفسیر کے لحاظ سے مختصر طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے۔ اور درحقیقت یہ بھی عین تفسیر ہے کیونکہ قرآن مجید مین جابجا اکثر اسماءِ پاک موجود ہین ۔ ۱۲

اور ما سوا اس کے سب ہالک و باطل اور اسی سے ان کا قیام ہی پس پہلے اپنے نفس کو
ہالک و باطل دیکھتا ہی جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھکر فرمایا کہ بہت
سچی بیت لبید شاعر کی ہے جس نے کہا ع الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطلٗ۔
(الرَّحْمٰنُ۔ الرَّحِيْمُ) یہ دونون نام رحمت[1] سے مشتق ہین اور چاہتے ہین کہ
کوئی مرحوم ہو اور جو مرحوم ہوگا وہ محتاج ہوگا۔ (فائدہ) بندہ کا حصہ رحمٰن
سے یہ ہی کہ اللہ سے بندے جو غافل ہین اون پر رحم کرے اور اون کو غفلت کے
راستہ سے وعظ و نصیحت سے بطور شفقت و مہربانی اللہ کی طرف پھیر دے اور
گنہگارون کو رحمت کی نظر سے دیکھے حقارت کی نظر سے نہ ملاحظہ کرے اور ہر معصیت
جو عالم مین ہوتی ہے سمجھے کہ اپنی ہی ذات مین ہو رہی ہے جہان تک ہو سکے اپنی
کوشش صرف کرے کہ وہ گنہ دور ہو جائے اور وہ عاصی مورد غضب آلٰہی نہ بنے
(فائدہ) بندہ کا حصہ رحیم سے یہ ہی کہ جب کسی محتاج کو دیکھے بقدر طاقت

---

[1] اللہ کی رحمت تامّہ اور عامّہ ہے۔ تامّہ اس لحاظ سے کہ جب محتاجون کی حاجت پوری کرنیکا ارادہ فرماتا ہے ساتھ ہی پوری کر دیتا ہے اور عامّہ اس حیثیت سے کہ مستحق و غیر مستحق سب کو شامل ہے۔ رحمٰن رحیم سے خاص ہے اسیواسطے غیر خدا کو رحمٰن نہین کہتے اور رحمٰن کی مہربانی یہ ہے کہ بندونکو پہلے وجود مین لاتا ہے دوسرے مرتبہ اسباب سعادت اور ایمان کی ہدایت دیتا ہی۔ تیسرے بار آخرت مین ہر طرحکی خوبی عنایت فرمائیگا۔ چوتھے مرتبہ انعام کی وہ زیادتی ہوگی کہ اپنا جمال دکھائیگا یہ چارون وجوہ سعادت اخرویہ کے ہین ۱۲

اوسی وقت اوسکا احتیاج دور کرے خواہ وہ فقیر اپنے محلہ مین ہو یا شہر مین۔ اور
جو اپنے سے نہ ہوسکے تو دوسرون کے پاس سفارش کردے اور جو اسقدر بھی
خبرگیری نہین ہوسکتی ہے تو دعا سے اوسکی مدد کرے ۔ اور اوس کے احتیاج مین
شفقت و مہربانی سے اپنا غم اس طرح ظاہر کرے کہ گویا اوس کے رنج مین شریک
ہوگیا ہی۔ (اَلْمَلِكُ) وہ بادشاہ جو اپنی ذات وصفات مین ہر موجود سے مستغنی
ہے اور اوسی کا ہر موجود محتاج ہے (فائدہ) بندہ کا حظ اس سے کیا ہوسکیگا
کیونکہ وہ تو اللہ کا محتاج ہی۔ لیکن بندون سے ملک وہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی
اوسکا مالک نہ ہو بلکہ ماسوا اللہ سے مستغنی رہے اور باوجود اس کے اپنی مملکت پر
حاکم اور لشکر و رعایا سب اُس کے مطیع رہین اوسکی مملکت خاصہ قلب و قالب ہین
اوسکا لشکر شہوت و غضب و ہوا ہے اوسکی رعیت زبان اور آنکھہ اور تمام اعضا
ہین جب یہ اونکا مالک ہوگیا اور وہ اسکے مالک نہ ہوے اور یہ اونکی اطاعت
نہ کیا اور وہ اسکے مطیع ہوگئے تو درجہ ملک کا اسی عالم مین پالیا اگر اس کے ساتہ
لوگون سے بھی استغنا حاصل ہووے اور سب آدمی اپنی زندگی مین دنیا و آخرت
کے کام مین اوس کے محتاج ہووین تو اس عالم اجسام مین وہ ملک اور بادشاہ
ہی اور یہ رتبہ انبیا علیہم السلام کو ملا ہی کیونکہ وہی حیات آخرت کی ہدایت کرنےمین

سوائے خدا کے سب سے مستغنی ہین اور سب اون کے محتاج ہین اور اسکے قریب
قریب علما مالک ہین کیونکہ وہ انبیا علیہم السلام کے وارث ہین بعضے
عارفون نے بہت ہی سچ کہا جب اون سے بعضے امرا نے آکر کہا کہ مجھ سے کچھ
طلب کرو تو فرمایا کہ تو مجھ سے اسطرح کہتا ہی اور حالانکہ وہ دونون میرے غلام ہین
جو تیرے سردار ہین اوسنے پوچھا وہ کون فرمایا حرص و ہوا کہ مین ان دونون کا
مالک ہون اور وہ تیرے مالک ہین اور مین اونپر غالب ہون اور وہ تجھپر غالب
ہین **ایک شخص** نے کسی شیخ سے عرض کی کہ مجھے نصیحت کیجے تو فرمایا کہ
دنیا مین بادشاہ رہ تو آخرت مین بھی بادشاہ رہیگا۔ اوس کے معنے ہین کہ اپنی
حرص وطمع چھوڑ دے کیونکہ بادشاہی حرّیت واستغنا مین ہی (اَلْقُدُّوْسُ)
وہ ہر ایسی صفت سی منزّہ ہی کہ جس کو حس پاسکے اور وہم وخیال مین آسکے بلکہ
اکثر خلق جسکو اپنے حق مین کمال سمجھتے ہین وہ اوس اوصافِ کمال سے بھی منزّہ ہے[1]

[1] کیونکہ خلق اپنے نفوس کو دیکھکر حکم لگاتی ہی کہ فلان امر کمال اور فلان غیر کمال ہی لیکن وہ اپنے ہی ذات کے اعتبار
سی اور اپنے ہی قدرت وسماعت وبصارت وغیرہم کے لحاظ سے ان الفاظ کو ان معانی کے لئے مقرر کرکے کہتے
ہین کہ یہ کمال ہی اور جو اون کے حق مین نقصان ہے مثل جہالت وعجز وغیرہما کے تو اوسکے لئے بھی الفاظ مقرر کردئے تو جو اپنی صفت
ہو اوس صفت سے اللہ کی تعریف کرنا یہ اونکی غایتِ تناہی ہم تو یہ کہتے ہین کہ جو صفت مخلوق کے حق مین ممکن
ہے وہ اوس سے اور اوس کے مشابہ ومماثل سب سے منزّہ ہے۔ ۱۲

(فائدہ) بندہ کا قدس یہی کہ اپنے علم وارادہ کو منزہ کرے۔ تنزّہِ علم یہ ہے کہ خیالات ومحسوسات وموہومات کو پاک کرے۔ اور اوسکی نظر وفکر امورِ الٰہیہ کی جانب ہووی۔ تنزّہِ ارادہ یہ ہے کہ اپنے ارادہ کو اوس خیال سے جس کا مرجع حظوظِ بشریہ جو شہوت وغضب ہی پاک کرے اور جو لذّات کہ بواسطۂ حسّ وجسم کے ہوتے ہین اون سے علاقہ توڑے۔ اللہ کے سوا اوسکا کوئی ارادہ نہووے اوسی کی طرف توجہ۔ اوسی کی ملاقات کا شوق۔ اوسی کے تقرب کی خوشی۔ اگر جنت اور جو کچھ اوس مین نعمتین ہین پیش ہووین تو اوسکی جانب التفات نکرے۔ گھر والیکو ڈھونڈھے گھر پر قناعت نکرے (اَلسَّلَامُ) وہ ہے جس کی ذات عیب سی پاک جس کے صفات نقصان سے مبرّا۔ جس کے افعال شرؔ سے منزہ۔ جب یہ بات ثابت ہوی تو اب جو وجود مین سلامتی ہے

لہ شر سے وہی شرِ مطلق مراد ہے جو مقصود بالذات ہو ورنہ بعضے خیر ایسے ہوتے ہین جو ضمن مین شر کے حاصل ہوتے ہین اللہ تعالےٰ نے فرمایا سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ پس اوسکا غضب ارادہ شر ہے اور اوسکی رحمت ارادہ خیر۔ لیکن ارادہ خیر بنفسہ ہوتا ہے اور ارادہ شر ذاتہ نہین بلکہ اوسکے ضمن مین خیر ہے تو خیر مقضی بالذات ہے اور شر مقضی بالعرض۔ اگر اب تجھے کوئی شر اسطرح کا نظر آئے کہ جس کے تحت مین خیر نہین یا خطرہ آئے کہ اس خیر کی تحصیل ممکن تھی بغیر اسکے کہ شر کے ضمن مین ہو تو تو اپنی عقل ناقص کو ان دونون خطرون مین کوتاہ سمجھ کیونکہ تیرا یہ کہنا کہ یہ ایسا شر ہے کہ اس کے ضمن مین کوئی خیر نہین یہ ایسا قول ہے کہ جس کی پوری معرفت سے عقل قاصر ہے اور شاید تو اوس لڑکے کی مان کے جیسا ہو جو حجامت

اوسی کی طرف منسوب اوسی سے اوسکا صدور ہی (**فائدہ**) ہر بندہ کہ جسکا دل کینہ وحسد و ارادہ شر سے پاک ہی اور ممنوعات سے اعضا اوس کے بچے ہوے ہین اور اوسکے صفات انعکاس سے سالم ہین تو وہی اللہ کے پاس قلبِ سلیم سے آئیگا۔ اور اوسکی صفات مین انعکاس نہ ہونیکے یہ معنے ہین کہ اوسکی عقل شہوت وغضب کی اسیر نہ ہووے۔ ورنہ کام اُلٹا ہو جائیگا۔ امیر مامور اور بادشاہ غلام بن جائیگا۔ اور وہی سلام واسلام سے موصوف ہوگا جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان سالم رہین۔ (**اَلْمُؤْمِنُ**) وہ ذات جسکی طرف امن وامان منسوب ہوتے کیونکہ بندہ اصلِ فطرت مین ضعیف اور امراض اور طرح طرح کے بلاؤنکا معدن ہی اس خوفناک حالت سے بچانیوالا اوسوا اوسکے کوئی نہین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۴) یعنے بچنے لگانے کو برا سمجھتی ہے یا اوس غبی کی مثل ہے جو قتل کے قصاص کو شر محض سمجھتا ہی۔ اس لئے کہ وہ خاص اس شخص مقتول کے اعتبار سے نظر کرتا ہی تو سمجھتا ہی کہ اسکے حق مین شر محض ہی اور یہ نہین سمجھتا کہ شر خاص کے باعث خیر عام تک پہونچ جاتا وہ خیر محض ہے جو عقلمند ہی کبھی اوسکو نہین چھوڑیگا۔ اور اس قول مین بھی تو اپنے ہی عقل کا قصور سمجھ جو کہتا ہی کہ اس خیر کی تحصیل بیضمن مین اوس شر کے ممکن تھی اس لئے کہ یہ بھی ایک گہرا راز ہی کیونکہ ہر محال و ممکن کا امکان واستحالہ نہ بداہت سے پایا جاتا ہے اور نہ نظر قریب سے بلکہ اوس کے لئے ایک ایسی نظر غامض درکار ہے جہان اکثر لوگون کے عقل کی رسائی نہین۔ ان دونون خطرون مین تو اپنی ہی عقل کا عیب سمجھ اور کبھی اُس کے ارحم الراحمین ہونے مین شک نہ کر۔ اگر اس پردہ کو ہم اور اوٹھاتے ہین تو سر قدر ظاہر ہوتا ہے جس کے افشا کی شرع نے ہمکو اجازت نہین دی۔ ایمان پر کفایت کر۔ افشار کی حرص نہ کر۔ اسقدر بیان بھی اوبعض لوگون کے لئے ہی جنکے قلوب مردہ ہین۔ اور سالک تو ان تنبیہات سے بھی مستغنی ہے۔ ۱۲

اوسی نے ایسے اسباب پیدا کئے جو اون سے ہر طرح کی آسایش ملسکتی ہے اور ہر طرح کی تکلیف دور ہوتی ہے اور بڑا خوف تو آخرت کے ہلاک ہونیکا ہے اوس کے لئے کلمہ توحید کی ہدایت دی اوراسطرح رغبت دلائی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حِصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ - تو اس عالم مین جن اسباب سے کہ امن حاصل ہے وہ خلقت مین منفرد ہے پس وہی حقیقی مومن ہے - **(فائدہ)** بندہ کا حصہ اس صفت سے یہ ہے کہ ساری مخلوقات کو اپنی جانب سے بیفکر کردے - بلکہ ہر ایک خائف اپنے دین و دنیا کی بلا کی دفع کرنے کے لئے اسی کا آسرا ڈہونڈہے - جسطرح سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لایا ہو تو اوسکو چاہئے اپنی ضرر سے اپنے پڑوسی کو مامون اور بیفکر رکھے اور پوری طور سے مومن اوسی پر صادق آئیگا جو دوسرون کو ہدایت دے کر اللہ کے عذاب سے امن مین رکھتا ہو اور یہہ منصب انبیا و علما کا ہے اسی لئے رسول اللہ نے فرمایا تم آگ مین پروانون کی طرح گرتے ہو اور مین تمہاری کمر پکڑا ہوا ہون - (اَلْمُهَيْمِنُ) وہ جو کہ مخلوق کے تمامی امور کا اپنے علم و قدرت و فعل سے کفیل و حافظ ہے **(فائدہ)** جو بندہ کہ اپنے دل کا نگہبان بنا اور اوس کے اسرار پر آگاہ ہوا اور اوس کے احوال و اوصاف

لہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ مین آیا وہ میرے عذاب سے بےفکر ہوا - ۱۲

ہمیشہ درست کرنے کے لئے مستعد ہوا تو وہ مھیمن باعتبار اپنے قلب کے ہے اور
جو بعضی بندون کے اسرار و بواطن پر بطور فراست و استدلال آگاہ ہو کر اون کو بھی
درست کیا تو یہ معنیٰ اوس کے حق مین اچھی طرح صادق آئیگا۔ (اَلْعَزِیْزُ) وہ
بزرگ کہ جسکا مثل موجود نہین اور اوسکی طرف سخت ضرورت پڑتی ہی اور اوس تک
پہونچنا بھی بہت ہی مشکل ہے۔ (**فائدہ**) بندون مین سے عزیز وہ ہے جس کی
طرف بندے اپنے ضروری کام یعنے حیاتِ اخرویہ و سعادتِ ابدیہ مین محتاج
ہووین (اَلْجَبَّارُ) وہ کہ جسکی مشیت ہر ایک مین بطور جبر جاری ہوتی ہے اور
اسپر کوئی حکومت نہین کرسکتا (**فائدہ**) بندون سے جبّار وہ ہے جو اتباع
کے درجہ سے بڑھگیا لوگ اوسکی اتباع کرتے ہون اور وہ اپنے علومِ مرتبت اور اپنی سیرت
و صفت سے لوگون کو اپنی اقتدا اور متابعت کے لئے مجبور کرتا ہے اور مخلوق کو
فائدہ پہونچاتا ہے اور خود مستفید نہین ہوتا۔ اثر ڈالتا ہے متاثر نہین ہوتا اور
اس وصف سے متصف سید البشر تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ اگر موسےٰ زندہ ہوتے تو
اونکو میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا اور فرمایا کہ مین اولادِ آدم کا سردار ہون
(اَلْمُتَکَبِّرُ) وہ جو اپنے اعتبار سے سب کو حقیر سمجھے اور عظمت و کبریا اپنے ہی لئے
جانے۔ غیرون کو اسطرح دیکھے جیسے بادشاہ غلام کو دیکھتا ہے۔ اور یہ سوائے

خدا کے دوسرے کو سزاوار نہین ہے۔ (فائدہ) بندون سے متکبر وہ ہے جو زاہد و عارف ہو یعنے اپنے سر کو غیر حق سے پاک کرے۔ اور حق کے سوا سب سے متکبر ہے یعنے دنیا و آخرت کو اسواسطے حقیر سمجھے کہ کہین وہ دونون حق سبحانہ سے اسکو باز نہ رکھین (اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ) شاید تیرا خیال ہو کہ یہ تینون نام مترادف ہین لیکن اسطرح نہین بلکہ جو چیز عدم سے وجود مین آتی ہے تو پہلے وہ اندازہ کی محتاج ہوتی ہے پھر دوسرے بار اوسی اندازہ کے موافق ایجاد کی محتاج ہوتی ہے پھر وہ اچھی طرح ترتیب دیجاتی ہے۔ تو وہ باعتبار مجرد ایجاد و اختراع کے عدم سے بارئی ہے اور باعتبار ایجاد موافق تقدیر کے خالق ہے اور وہ اس حیثیت سے کہ صورِ اشیاء کو احسن ترتیب سے ترتیب دیا ہے مصور ہے۔

(فائدہ) بندہ کا حظ اس اسمِ مصور سے بطور مجاز یہی کہ صورتِ علمیہ مطابق صُوَرِ وجودیہ کے حاصل کرلے اگرچہ اوس صُوَرِ علمیہ کا خالق اللہ تعالےٰ ہی ہے وہ بندہ کا فعل نہین جیسا کہ فرمایا وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ لیکن بندہ توفیقِ خدا سے اوس کے فیضان رحمت حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے چنانچہ

سلہ اور معنی زاہد غیر عارف کے یہ ہین کہ وہ معاملہ و معاوضہ کرتا ہے یعنے دنیا اسلئے چھوڑتا ہے تا متاع آخرت ملے اور یہ تو بیع سلم اور ایک قسم کی بیع ہے اور جسکو شہوت نے (یعنے کہانے پینے اور نکاح کی خواہش نے) غلام بنالیا ہو تو وہ حقیر ہے متکبر تو وہی ہے کہ ہر شہوت وحظ کو جسمین بہائم شریک ہوسکتے ہین حقیر سمجھتا ہے ۱۲

حدیث مین آیا کہ تمھارے رب کے لئے تمھارے دنون مین اوسکی رحمت سے
بخششین ہین آگاہ ہو جاؤ کہ اوس کے لئے تیار رہو (**فائدہ**) خالق و باری ان
دونون نامون سے بندہ کو حصہ نہین ہان جب کوئی بندہ مجاہداتِ نفس و ریاضات
سے ایسی مور[۱] نکالا کہ پہلے اس سے کسی نے نہین نکالا تھا اور وہ خود اوسکا عامل ہی
ہے جس سے وہ درست بھی ہو گیا ہے اور لوگون کو بھی اوسکی ترغیب دلاتا ہی
تو گویا وہ ایسی چیز کا مخترع ہی کہ جسکا پہلے وجود نہ تھا ایس ایسے امور کا واضع گویا
مخترع و خالق بطورِ مجازِ بعید ہے اکثر اللہ تعالےٰ کے نام بندہ کی طرف مجازی
طور سے منتقل ہوتے ہین اور بعضے ایسے ہی ہین کہ جو بندہ کے حق مین حقیقی
اور اللہ کی طرف مجازی جیسے صبور اور شکور اور تجکو سزاوار نہین کہ فقط شارکت
اسمی دیکھکر اوس تفاوتِ عظیم کو جسکا ہم نے ذکر کیا ہے بھول جاوے۔ (اَلْغَفَّار)
وہ جو کہ اچھے کو ظاہر کرے اور برائی اور گناہون کو چھپا دے اور غفر کے معنے ڈھانپنے کے ہین

---

[۱] فقیر کہتا ہے کہ اس سے قریب مجاز تو یہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام مٹی کی چڑیا بناکر اوس مین پھونکتے
تھے وہ خدا کے حکم سے جاندار ہو جاتی تھی ۔ چنانچہ خود فرمایا وَاَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ الخ
انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام سے احیاءِ موتے کے معجزات و کرامات بھی وہی خلقِ مجازی ہے حضرت
غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فتوح الغیب مین فرماتے ہین کہ جب انسان اعلےٰ مقام پہ پہونچتا ہے
تو اوسکی طرف مرتبۂ تکوین منسوب ہوتا ہے ۱۲

پہلی ستاری اللہ کی یہ ہے کہ بدن کی برائیان جو نظرون مین بری دکھائی دیتی ہین
ظاہر کی خوبصورتی سے اوسکو چھپا دیا۔ ذرا سوچو کہ باطن مین کسقدر نجاستین ہین اور
ظاہر مین کسقدر لطافتین دوسری پردہ پوشی یہ ہے کہ برے خطرے اور خبیث ارادے
پوشیدہ کر دیا جسپر کوئی بھی مطلع نہین ہو سکتا اگر مخلوق پر اس کے خیالات اور اس کے
وسواس جو دلمین چھپے ہوئے ہین جیسے کینہ وخیانت وبدگمانی اچھی طور پر ظاہر
ہو جاتے تو اسکو دشمن بنا لیتے بلکہ ہلاک کر ڈالتے تیسری پردہ پوشی یہ ہے کہ
جس کے سبب سے مجمع حشر مین فضیحت ورسوا ہونیکا مستحق تھا اون گناہونکو بخش
دیگا بلکہ اچھے لوگون سے وعدہ کیا ہی کہ اون کے گناہون کو نیکیان کر دیگا
(فائدہ) بندہ کا حصہ اس اسم سے یہ ہی کہ غیرون کی وہ بات ڈھانپ دے جو
اپنے مین ہوتی تو اوس کے چھپانیکو محبوب رکھتا حضرت رسول اللہ نے فرمایا جو
مسلمان کے عیب کو چھپاوے اللہ تعالے روز قیامت اوس کے عیب چھپائیگا
توخبیث کرنیوالا اور بدی کا بدلا کرنیوالا اس وصف سے دور ہے اور کوئی مخلوق
ایسی نہین کہ جس مین کچھہ نہ کچھہ کمال اور نقصان ہوتا ہے لیکن جو برائی چھوڑ کر نیکیونکا
ذکر کرتا ہے اوسکو اس وصف سے حصہ ہے جس طرح کہ **حکایت** ہے کہ حضرت
عیسے علیہ السلام حواریون کے ساتھ ایک مردار کتے پر گذرے جس کی بدبو پھیل گیی تھی

لوگون نے کہا کہ اس مردار کی کیا ہی بدبو ہے حضرت عیسےٰ نے فرمایا کہ اوسکے
دانت کسقدر سفید ہین آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا منظور تھا کہ ہر چیز کی خوبی بیان
کرنی چاہیئے برائی پر نظر نہ ڈالی جاے (اَلْقَهَّارُ) وہ جو اپنے دشمن اور متکبرون کی
گردن جھکا دے اور اون کو موت ذلت سے مقہور کرے تو جو موجود ہی اوسکے
تحت قہر قدرت مسخر ہے (فائدہ) بندون سے قہار وہ ہے جو اپنے اعداء دین
خصوص اوس بڑے عدو کو جو اوسکا نفس ہے مقہور کرے اور یہ شیطان سے بھی
بڑھکر عدو ہے کیونکہ شیطان اسی کے ذریعہ سے ہلاک کرتا ہے اور شیطان کے
دام سے عورتین بھی ہین تو جو اپنے شہوات نفس کو موافق حکم شرع کے مٹایا گویا تمام
لوگونکی خواہشات پر غالب آگیا اب کوئی اوس پر قدرت نہین پائیگا کیونکہ دشمنونکا
مقصود جسم کا ہلاک کرنا ہے اور یہ تو روح کی حیات ہے تو جو اپنی چند روزہ زندگی مین
شہوات کو مٹا دیا تو اوسکو بعد مرنے کے حیات ابدی ملیگی جسطرح اللہ تعالےٰ
نے فرمایا وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ
رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ الآیہ ۔

سلہ اون لوگون کو مردہ مت جان جو اللہ کی راہ مین مارے گئے بلکہ اپنے رب کے پاس زندہ ہین ۔
رزق دئے جاتے ہین اوس چیز سے کہ اللہ نے اونکو اپنے فضل سے دیا ہے خوش ہین ۱۲ ۔

(اَلْوَهَّابُ) ہبہ وہ عطیہ ہے جو عوض اور غرض سے خالی ہو جب اس صفت کی بخششیں کثرت سے ہوں تو اوسکو جواد وہاب کہیں گے اور جو اس نیت سے دیتا ہو کہ اوسکی بزرگی یا تعریف ہو یا اوسکا عوض جلدی یا دیر سے ملے یا اوسکی مذمت نہو تو ایسے شخص کو معامل اور طالبِ عوض کہیں گے اور وہاب و جواد کا نام اوسکے شایان نہیں تو حقیقی سخاوت اوسی خدا تعالیٰ کے لئے ہی جو ہر محتاج کو بلا عوض و بلا غرض دیتا ہی (فائدہ) بندہ سے جود و ہبہ بے غرض کے ممکن نہیں کیونکہ جبتک کوئی فعل ترک سے اولی نہو نہیں کرتا ہی۔ تو اوسکا یہ فعل غرضِ نفس کے لئے ہوگا لیکن وہ شخص کہ اپنی تمام مِلک کو حتیٰ کہ جان کو اللہ کے لئے نذر کر دیا نہ نعیم جنت کی خواہش سے نہ عذابِ نار کے خوف سے تو ایسا شخص وہاب و جواد کہنے کے لائق ہے

ف جاننا چاہئے کہ حظ و خواہش اکثر لوگوں کے پاس مشہور ہے جو اوس سے پاک ہو گیا اور خدا کے سوائے اوسکا کوئی مقصود نہ رہا تو اون حظوظ سے جسکو لوگ حظوظ سمجھتے ہیں پاک ہو گیا جیسے لوگ کہتے ہیں کہ غلام میاں کا خیال میاں کے لحاظ سے نہیں رکھتا ہے بلکہ اوس حظ کے لحاظ سے جو اپنے میاں سے نعمتیں حاصل ہونیوالی ہیں اور اسیطرح میاں بھی غلام کا خیال غلام کے لحاظ سے نہیں رکھتا ہے بلکہ اوس حظ کے سبب جو اوسکی خدمت سے حاصل ہوتا ہے لیکن باپ کو بیٹے کا خیال بذاتہ ہوتا ہے اور کوئی حظ وہاں مقصود نہیں بلکہ اگر کسی طرحکا کوئی حظ باپ کو نہ حاصل ہو تو بھی اُسے لڑکے کا خیال رہیگا اور جس نے کسی حظ کو بذاتہ طلب نہ کیا بلکہ غیر کے خیال سے تو گویا اوس نے اوسکو طلب ہی نہ کیا کیونکہ غایت طلب اوسکی وہ نہیں ہے بلکہ اوسکا مطلوب ہی دوسرا ہے اسی طرح وہ شخص جو جنت کیلئے

(اَلرَّزَّاقُ جل جلالہ) رزق دو قسم پر ہے ایک ظاہری جو ابدان کی غذا ہے دوسرا باطنی جو قلوب واسرار کے معارف ومکاشفات ہیں یہی رزق اعلے واشرف ہے کہ جسکا ثمرہ حیات ابدی ہے اور رزق ظاہری کا ثمرہ قوت جسم اوس مدت تک ہے جو عنقریب پوری ہونیوالی ہے ان دونوں رزقوں کا کفیل اور ان دونوں فریق کو پہونچانیوالا وہی اللہ تعالی ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱۲) اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالے کو جنت کے حاصل ہونیکے لئے واسطہ بناتا ہے اور اوسکی ذات مقصود نہیں اور علامت واسطہ کی یہ ہے کہ اگر مقصود ملجاوے تو واسطہ کو طلب نکرے - ایسے شخص کو اگر جنت حاصل ہوجاتی تو اللہ کی عبادت بھی نہ کرتا کیونکہ جنت ہی اوسکی محبوب ومطلوب تھی اور جو شخص ایسا ہو کہ سوائے اللہ تعالے کے اوسکا کوئی محبوب ومطلوب نہو بلکہ اوسکا حظ شوق اوسی کی ملاقات اور اوسی کے تقرب میں ہو تو کہا جائیگا کہ وہ کسی حظ کا طالب ہوکر اللہ کی خالص عبادت کرتا ہے اور اللہ سبحانہ ہی اوسکا حظ ہے اوسکے سوا اور کسی سے کام نہیں - اور اوسکا مقصود کوئی انعام واکرام نہیں اور جو شخص اللہ کی ملاقات اور اوسکی معرفت ومشاہدہ اور اوسکے تقرب کی لذت پر ایمان نہ لایا ہو تو اوسکا مشتاق بھی نہ ہوگا اور جسکو اسطرح کا حظ حاصل نہ ہو تو اوسکا ہرگز یہ مقصود بھی نہ ہوگا اسیواسطے وہ اپنی عبادت میں اوس خراب مزدور کی طرح ہوگا جو طمع اجرت کے لئے کام کرتا ہے اور اکثر مخلوق نے یہ لذت نہیں چکھی اور نہ پہچانی اور لذت نظر وجہ اللہ اونکی سمجھہ میں ہی نہیں آئی اونکا ایمان صرف زبانی تھا اون کے باطن حورعین کی لذت پر مائل تھے اب تو سمجھہ لے کہ حظوظ سے پاک ہونا محال ہے ہاں جو اللہ تعالے کو حظ بناتا ہے یعنے اوسکی ملاقات اور اوسکے مشاہدہ وتقرب کا نام حظ رکھتا ہے تو یہ اور بات ہے لیکن جسکو عام لوگ حظ سمجھے ہیں اور جسطرف میل کرتے ہیں یہ اوسطرح کا حظ نہیں اور اگر حظ کا یہ معنے ہو کہ جسکا حاصل کرنا اوس کے نہ حاصل کرنے سے بندے کے حق میں اولی ہے تو اس اعتبار سے حظ ہے ۱۲

وَلٰكِنۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ یعنی کسی پر رزق فراخ کرتا ہے اور کسی پر تنگ (**فائدہ**) بندہ کا حظ اس وصف سے ایک یہ ہے کہ اس وصف کی حقیقت پہچانے۔ اور اسکا مستحق خدا ہی کو جانے۔ اوسی سے رزق کا امیدوار رہے اور اوسی پر بھروسہ[۱] کرے اور دوسرا یہ کہ اپنے علم و زبان اور دست و دہان سے لوگوں کو فائدہ پہونچاوے۔ اقوال و اعمال سے لوگوں کے قلوب زنگ دے۔ اور ناتوان اجسام کو رزق پہونچا کر توانائی بخشے۔ اور جس بندہ کو اللہ محبوب بناتا ہے تو لوگوں کے حوائج اوسی سے نکالتا ہے۔ اور جو اللہ اور بندہ کے درمیان وصول رزق کا واسطہ ہوگا تو اس صفت سے اس حظ کو حاصل کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خزانچی امانتدار کو جب تقسیم کا حکم کیا جاتا ہے تو خوشی سے دیتا ہے تو وہ بھی دو صدقہ دینے والوں میں کا ایک ہی جس بندے کے ہاتھ اللہ کا خزانہ بنا دے جائیں۔ اور جسکی زبان رزق قلوب کی خزانہ ہو تو اس صفت کے ثبوت سے وہ ضرور مکرم ہوگا۔ (اَلۡفَتَّاحُ جل جلالہ) وہ کہ جسکے ہاتھ میں مفاتیح غیب و رزق ہیں جسکی عنایت سے ہر عقدہ کھل جاتا ہے اور جسکی ہدایت سے ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے کبھی انبیا علیہم السلام کو اعدا کے ہاتھ سے ملک چھین کر دلاتا ہے جیسا کہ فرمایا

[۱] حکایت۔ حاتم اصم سے کسی نے پوچھا کہ کہاں سے کھاتے ہو۔ فرمایا اوس کے خزانوں سے۔ کہا کیا آسمان سے برستا ہے فرمایا اگر اوسکی زمین نہ ہوتی تو آسمان سے ہی برساتا۔ کہا تم بھی کلام کرتے ہو۔ فرمایا آسمان سے کلام ہی اترتے ہے کہا کہ تم سے مجادلہ کی مجھ میں طاقت نہیں فرمایا سچ ہے کیونکہ حق کے مقابلہ میں باطل کا قیام نہیں ہوسکتا۔ ۱۲

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ اور کبھی قلوبِ اولیا سے پردہ اوٹھاتا ہی اور اونکے لئے ابوابِ ملکوتِ سما کہول دیتا ہے اور اپنا جمالِ کبریائی دکھلاتا ہے۔ (فائدہ) جو بندہ کہ اس درجہ پر پہونچے کہ جسکی زبان سے مشکلاتِ الٰہیہ کے عقدے کھل جائین اور وہ امورِ دینیہ اور دنیویہ جو مخلوق پر مشکل ہین اُسکی اعانت سے آسان ہوجائین تو اس نام سے اوسکو حظ مل گیا۔ (اَلْعَلِيْمُ) اسکے معنی ظاہر ہین اور اوسکا کمال وہ احاطۂ علمی ہے جو ہر شے کو شامل ہے اور یہ کثرتِ معلومات کی حیثیت سی بے نہایت ہے پھر وہ اپنی ذات کی اعتبار سے اسطرح ظاہر ہے کہ اوس سے زیادہ کوئی ظاہر نہین اور وہ معلومات سے مستفاد نہین بلکہ معلومات اوس سے مستفاد ہین۔ (فائدہ) بندہ کا شرف بسبب علم[۱] کے ہے کیونکہ وہ خدا کی صفت ہی لیکن وہی علم

[۱] بندے کا علم خدا کے علم سے تین باتون مین علیحدہ ہے ایک تو یہ کہ بندے کے معلومات اگرچہ بہت ہی وسیع ہون تو بھی اوسکے قلب مین محصور ہین پھر معلوماتِ بے نہایت سے اُسکو کیا مناسبت دوسرے یہ کہ کشف اسکا اگرچہ واضح ہو مگر اوس حد تک کہان پہونچ سکتا ہے کہ جسکے بعد کوئی ممکن ایسا نہو کہ جو اوسکے احاطۂ علمی مین نہ آسکے بلکہ اوسکو مشاہدۂ اشیا اسطرح ہوتا ہے کہ جیسا کوئی پردۂ باریک سے دیکھتا ہے اور تو درجات کشف کا بھی انکار نہ کر کیونکہ بصیرتِ باطن مانند بصرِ ظاہر کے ہے اور بڑا ہی فرق اوس شے کی وضاحت مین ہوتا ہے جو وقتِ صبح اور پھر دن چڑھے بعد دیکھی جاوے تیسرے یہ کہ علم خدا اشیا سے مستفاد نہین اور بندے کا علم جو اشیا پر ہوتا ہی وہ اشیا کا تابع اور اوسی سے حاصل ہوتا ہی اگر اس فرق کا سمجھنا تجکو مشکل ہو تو یہ مثال سمجھہ کہ شطرنج کے بنانے والے کے علم سے شطرنج سیکھنے والے کے علم کو کیا نسبت ہے اسلئے کہ واضعِ شطرنج وہ سببِ وجود

اشرف ہوگا جسکا معلوم اشرف ہو اور اشرف معلومات تو اللہ تعالےٰ ہی ہے اسلیے
اوسکی معرفت بھی اشرف معارف ہوی بلکہ تمام اشیا کی معرفت مین جو بزرگی ہے وہ
اسی سبب سے ہی کہ یا تو افعال حق تعالیٰ کی معرفت ہے یا اوس راہ اور اُن امور کی
معرفت ہے کہ بندہ بسبب اوس کے خدا سے نزدیک ہوتا ہی تو حقیقت مین یہ سب
اللہ ہی کے لحاظ سے ہوی اور جو معرفت کہ اس سے خارج ہو اوس مین زیادہ شرف
و بزرگی نہین۔ (اَلْقَابِضُ۔ اَلْبَاسِطُ) وہ کہ وقتِ موت روحون کو قبض فرماتا
اور وقتِ حیات ارواح کو اجسام مین پھیلا دیتا ہے اغنیا سے صدقات قبض کرکے
غربا پر تقسیم کرتا ہی کبھی قلوب کا کشف اپنی عظمت و جلال سے قبض فرماتا ہے کبھی اپنے
لطف و جمال سے اوسکو بسط دیتا ہے۔ (فائدہ) بندون سے قابض و باسط وہ
ہے جس کے دل پر نئی نئی حکمتین اور جوامع حِکَم کا الہام ہوتا ہو سو وہ کبھی اللہ کی نعمتون
اور رحمتون کا ذکر کرکے قلوبِ عباد کو بسط و کشادگی بخشتا ہے اور کبھی اوسکے جلال و
کبریا اور عذاب بلا سے ڈرا کے قلوب کو قبض و تنگ بناتا ہی۔ (اَلْخَافِضُ اَلرَّافِعُ) جو دشمنونکو
اپنے سے دور کرکے پستی مین لیجاتا ہے اور اولیا کو اپنے تقرب سے رفعت دیتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱۵۔ شطرنج ہی اور جو دشطرنج وہ سبب علم متعلم ہے تو علم واضع کا شطرنج سے
سابق ہوا اور علم متعلم کا شطرنج سے متاخر و مسبوق۔ اسی طرح خدا کا علم اشیا پر سابق اور اوسکے لئے
سبب ہے۔ اور ہمارا علم اوس کے برخلاف۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى۔ ۱۲

(فائدہ) بندے کا حظ اس سے یہ ہے کہ حق کو رفعت دے اور باطل کو پست کرے
اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھے تا اونکو پستی دکھلائے اور اللہ کے اولیا کو دوست بنائے
تا اون کی رفعت ظاہر ہو جائے (اَلْمُعِزُّ الْمُذِلُّ) وہ کہ جس کو چاہی ملک دی جس سے چاہے
چھین لے اور جس کے قلب سے پردہ حجاب اوٹھا دیا اور اپنا جمال دکھا دیا۔ قناعت
دیکر مخلوق سے مستغنی کیا اور قوت و تائید دیکر اوس کے صفات نفس پر غالب کر دیا تو
بیشک ایسے شخص کو عزت دی دنیا میں بادشاہت سرفراز کی آخرت میں اپنا تقرب
بھی دیگا اور جسکو حرص دیکر مخلوق کا محتاج بنایا تھوڑے پر قناعت دی اور اسطرح
ڈھیل دی کہ وہ مغرور ظلمت جہل میں پڑا رہا تو ایسے شخص کو ذلت دی اور اس سے
بادشاہت چھین لی (فائدہ) جو بندہ کہ اسباب عزت کو فراہم کیا تو اوسکو اس
وصف سے حصہ مل گیا (اَلسَّمِیْعُ) جس سے کوئی شے سماعت کی پوشیدہ نہیں
اگرچہ کیسی ہی پوشیدہ ہو (فائدہ) بندے کا حظ اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالی کو
سمیع جانکر اپنی زبان کی حفاظت کرے اور یہ بھی سمجھے کہ سماعت اسی لئے دیگئی
ہے کہ تا اوسکی کتاب اور اوسکے رسول کی حدیث سن کر اللہ کے راہ پر لگ جائے

۱ اوس بزرگ کو آخر وقت اس طرح ندا دیگا یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ یعنے اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف پلٹ چل تو اوس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہیں میرے بندوں میں داخل ہو۔ اور میری بہشت میں داخل ہو ١٢

(اَلْبَصِیْرُ) وہ جو اس طرح دیکھتا ہی کہ کوئی شے اوس سے چھپ نہین سکتی ۔
(فائدہ) بندہ کا حظ اس سے یہ ہی کہ اپنی نظر کو آیات اور عجائب ملکوت وسموات
دیکھنے مین لگائے اور ہر نظر مین عبرت حاصل کرے اور یہ بھی سمجھے کہ مین اوس کے
سامنے ہون جس شخص نے کسی کام کو غیر حق سے چھپایا جو خدا سے نہین چھپ سکتا
ہی تو اوسنے اللہ کے دیکھنے کی عظمت نہ کی اور مراقبے سی یہ صفت حاصل ہو سکتی ہی
جو ایمان کا ایک ثمرہ ہی اور جو گناہ کرتے وقت یہ سمجھتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو
اوسکی کیا ہی جرأت اور کیا ہی خرابی ہے اور جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالی
اوسکو نہین دیکھتا ہی تو وہ کافر بڑا ہی گمراہ ہے (اَلْحَکَمُ) وہ حاکم جس کے
حکم کو کوئی نہ پھیر سکے (فائدہ) بندہ کا حظ اس وصف سے یہ ہی کہ مشاہدہ کرے
کہ تمام کام ازل مین ہو چکے ہین اور قلم سوکھ گیا ہے اور جو ہونیوالی بات ہے
وہ ہو کرہی رہے گی پھر فکر بیکار ہی جب یہ بات حاصل ہو گی تو بندہ کو رزق کی

سلہ لوگ اس مشاہدۂ حکم مین مختلف ہین بعضے خاتمہ کا خیال کرتے ہین اور بعضے سابقۂ ازل کا یہ آخر الذکر کا درجہ اعلے ہے کیونکہ خاتمہ سابقہ کا تابع ہی اور بعضے ماضی ومستقبل دونون کو چھوڑ کے ابن وقت ہین جو کچھ احکام آلٰہی جاری ہوتے ہین اوسپر راضی ہین یہ اوس شخص مذکور سے بھی افضل ہے اور بعضے وہ ہین کہ جنکا قلب حکم مین مستغرق ہو گیا ہے ہمیشہ مشاہدہ مین ہین حال وماضی واستقبال کی کچھ بھی خبر نہین اور یہہ درجہ سب سے اعلے ہے ۱۲

طلب مین اطمینانِ نفس رہیگا اضطرابِ قلب نہ ہوگا - (العدل) وہ کہ جسکے افعال عدل سے صادر ہون ظلم و جور نہ ہو اور جسکو اس وصف کا سمجھنا منظور ہو تو پہلے اللہ کے پورے افعال پر احاطۂ علمی ہونا چاہئیے پھر جب خلقتِ آلٰہی کو دیکھیگا تو کچھ بھی تفاوت نہ پائیگا پھر بار بار دیکھنے سے آنکھین پتھرائی جائین گی اور اوسکا اعتدال و انتظام اسکو حیرت مین ڈالدیگا اوسوقت کچھہ معانی عدل آلٰہی کے سمجھہ مین آئین گے اور اسکا علم بھی ہوگا کہ اقسام موجودات کو اوس کے موافق حصہ دیا گیا ہی اور جس[1] جگہ کے لائق تھے وہین اوسکو رکھا گیا ہے (فائدہ) بندہ کا حظ جو عدل سے ہی پوشیدہ نہین لیکن اوسکا پہلا عدل صفاتِ نفس مین اسطرح ہو کہ شہوت و غضب کو عقل و دین کے زیرِ حکومت کر دے اور جو عقل کو شہوت و غضب کا خادم بنائیگا تو ظالم ٹہریگا اور عدل اپنے گھر والون مین - اگر بادشاہ ہو تو رعایا مین جس طرح کہ کرنا چاہئیے پوشیدہ نہین ہے اور یہ بھی بندہ کا حظ ہونا چاہئیے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام و تدبیر اور سارے افعال پر کسی طرح کا اعتراض نہ کرے

---

[1] انسان کو اعضاءِ مختلفہ جیسے ہاتھ اور پاؤن آنکھہ ناک کان عنایت کئے ہین - اس اعضا کی خلقت کے لحاظ سے وہ جواد ہی - اور خاص مواضع پر اون کو رکھنے کے لحاظ سے وہ عدل و عادل ہے - آنکھون کو دیکھو کہ اگر کسی اور جای ہوتین تو یہ فوائد کہان حاصل ہوتے - اسی طرح اگر ہاتھ سر سے یا کمر سے یا پاؤن سے چسپان ہوتے تو کسقدر خلل پیدا ہوتا - ناک اگر پیشانی یا رخسارہ پر ہوتی تو کیسی بُری معلوم ہوتی اور بعضے فوائد مین بھی نقصان پہونچتا ۱۲

ق وہ سب عدل ہے اگر اسطرح نہ کرتا تو دوسرا
ر مین زائد ہوتا (اَللَّطِیْفُ) وہ جو کہ ہر امر مین
ہے (فائدہ) بندہ کا حظ اس وصف سے
[redacted] کے بندون کو نرمی سے بلائے

لدون مین بیان کیا جائے تو اوسکا عشر عشیر نہ بیان ہوگا
ہتے ہین کہ دیکھو جنین کو ماں کے پیٹ مین تین اندھیریون
تا ہے اور بواسطہ ناف کے وقتِ انفصال تک غذا پہونچاتا
سکو یہ القا کرتا ہے کہ چھاتی منہ مین لیوے اور اوس کو
چونکہ دودھ پینے کا زمانہ ہے دانت کی ضرورت نہین اسلئے
ضرورت ہوتی ہے دانت نکلتے ہین پھر اوسکی تقسیم کیا عمدہ طور
نے کے لئے اور بعضے تیز کترنے اور ٹکڑے کرنے کے لئے پھر
لیکن وہ کھانے کو داڑھونکی طرف چابنے کے لئے پہونچاتی ہے
ے لئے لعاب کا پیدا کرنا اور اوسکو سہولت سے نگلنا کسقدر آسانی
درست کرنے مین کس قدر لوگ معاون بنے ہین جیسے
کرنے والے اوسکو پانی دینے والے اور کاٹنے والے
لے گوندنے والے اور پکانے والے ایسی ہی بہت
ے کہ جسکی گنتی مشکل ہے اونکا پیدا کرنے والا ہی خوب
تُم مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۔ ۱۲

اور بہترین لطف یہ ہے کہ خود ہی عمدہ خصائل اور نیک

اَلْخَبِیْرُ وہ کہ جس سے چھپی چیزیں غا
ALKHABEER
بندہ کا حظ اس وصف سے یہ ہے کہ جو چیز اس کے قل
اور بھلائیاں جن سے قلب موصوف ہوتا ہے خبردار ہ
کا مواخذہ کرے۔ ایسے شخص کو خبیر کہتے ہیں۔

اَلْحَلِیْمُ وہ کہ جو اپنے بندوں کے گناہ
ALHALEEM
باوجودِ قدرت بدلہ لینے میں جلدی نہ کرے۔ (فائد
کی عمدہ خصلتوں سے ہے۔

اَلْعَظِیْمُ ایسا بزرگ[۲] کہ جس کی کُنہ اد
ALAZEEM
عظیم وہ انبیاء اور علماء ہیں کہ جنہیں معرفتِ صفات
اور شیخ اپنے مریدوں میں اور استاذ اپنے شاگردوں

اَلْغَفُوْرُ وہ معنی میں غفار کے ہے لیکن
کثرتِ فعل پر دال ہے اور فعول کمال و شمول فعل پر۔

[۱] خبیر معنی میں علیم کے ہے لیکن جب علم کی نسبت پوش
اُس کے صاحب کو خبیر کہتے ہیں۔ [۲] معلوم ہوا کہ ا
یہ جسم اُس جسم سے بڑا ہے۔ عظیم کی دو قسمیں ہیں پہلی
دوسری یہ کہ بصارت اُس کا احاطہ نہ کر سکے جیسے زمین و
ہی مدرکات بصیرت میں بھی تفاوت ہے۔ بعض ایسی
اور بعض کا نہیں۔ یہی عظیم مطلق اللہ تعالٰے ہے۔ [۳]
عظمت کا اظہار کسی شے کی طرف نسبت کرنے سے ہو

بڑی درجات عنایت فرمائے[۱] (فائدہ) بندہ کا حظ
ہ اس کے احسان کے بدلے اُس کی تعریف کرے یا

بلند مرتبہ نہ ہو بلکہ تمام مراتب اس سے گھٹے ہوئے
ہو سکتا اس لئے کہ وہ کیسا ہی مرتبہ حاصل کرے اس
کے مراتب۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ ایسے درجہ کو پالے
ے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے لیکن وہ علوِ مطلق جو
ں۔
ل الوجود ہو[۲] (فائدہ) بندوں سے کبیر وہ ہے کہ

تا ہے کہ اُس نے اُس بھلائی کا شکر ادا کیا اور جو کوئی
ں۔ پس اے مخاطب اگر تو زیادتیٔ جزاء کا اعتبار کرے
س لئے کہ اس کی جزا کی زیادتی بے حساب و بے
ہے اس لئے کہ بندوں کے افعال اُسی کے مخلوق
ں نے لوگوں کا شکر نہیں کیا اُس نے اللہ کا شکر نہیں
ں لئے کہ اگر اُس نے تعریف کی تو اُس کی تعریف
ں جانب سے بلکہ یہ نفسِ شکر خود ایک دوسری نعمت
م ازلی وابدی کو تو جو وجود منتہٰی ساتھ عدمِ سابق یا
یسا ہو کہ تمام اشیاء کا وجود اُسی سے صادر ہو پس وہ
تو وہ ذات جس سے کہ تمام موجودات کا وجود ہوا ہو

جس کی صفاتِ کمال اُسی کے ساتھ خاص نہ ہوں بلکہ ا
عمل کیا ایسے شخص کو ملکوت والے عظیم کہا کرتے ہیں۔
اَلْحَفِيْظُ وہ جو بڑی نگہبانی کرنے والا ہو
اعضاء اور قلب اور دین کی حفاظت غضب اور شہوت او
اَلْمُقِيْتُ وہ جو کہ روزی پیدا کر کے[۲] جسمو
قلبی یعنی معرفت۔ پس مقیت رزاق کے ہم معنی ہے لیکن
اور غیر قوت دونوں کو شامل ہے اور قوت وہ جس سے قوا
اَلْحَسِيْبُ وہ جو اس کا ہو اس کے لئے
ہوتا اس لئے کہ تمام مخلوق اپنی وجود اور راور دوام وجود ا
خدائے تعالٰے کے کوئی چیز وجود میں ایسی نہیں ہے کہ د
حظ اس وصف سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا اسے کافی ہ
جنت کی خواہش ہو اور نہ دوزخ کا ڈر۔ بلکہ صرف اللہ ہ

---

[۱] اس کا سمجھنا حفظ کے معنی سمجھنے پر موقوف ہے۔ حفظ د
کا اور باقی رکھنا اور اُن کی نگہبانی کرنا ہے۔ دوسرے ب
ہیں مثلاً پانی اور آگ کہ ان میں طبعی تضاد ہے۔ پانی آ
ہوا کر دیتی ہے۔ نگہبانی کرتا ہے۔[۲] دوسرے معنی مق
ہووے اسی پر دال ہے۔ کَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّقِيْتًا
قدرت وعلم کے قریب المعنی ہوتا ہے۔

[redacted] (اَلْجَلِيْلُ) جل جلالہ

ہی-کبیر کا مرجع کمالِ ذات اور جلیل کا کمالِ
دونوں ہین-اور یہ ادراک بصیرت سے منسوب
رکہ کی طرف منسوب ہوتی ہے اونکا نام جمال
ہوا وسکو جمیل کہتے ہین تو جمیل مطلق وہی اللہ
جمال اور حسن و خوبی ہے اوسی کے انوار ذات
ں سوائے خدا کے کوئی ایسا موجود نہین کہ جسکے
ث نہو اسی لئے عارف اور اوسکے جمال کے
و وہ فرحت و خوشی حاصل ہوتی ہے کہ جسکے
ی نعمتون کو بھی حقیر سمجھتا ہی کیونکہ صورتِ ظاہری
ین-جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ جلیل بھی ہے
معشوق بنیگا جسنے اوسکے جمال کا نظارہ
و لیکن عارفون کے نزدیک جسطرح صورت

لیا گیا جو آنکھ سے پائی جاوے اور نظرون مین خوش لگے اور اچھی
رت سے پائی جاتی ہے چنانچہ کہتے ہین خلقِ جمیل حالانکہ وہ بصیرت سے
وسکی کتاب محبت مین لکھ دیا ہے جسکو منظور ہو وہان دیکھے ۱۲

ظاہر جو حسین ہوا وہی کو محبوب ہوتی ہے جن کو
اندھے کیا جانین (**فائدہ**) بندون سے جل
باطنی سے قلوب کو لذت ملتی ہے لیکن جمالِ ظا
وہ کہ جو وعدہ کیا وفا کیا-جب دیا تو امید سے
کتنا دیا اور کس کو دیا-جب اوس کے حق
نہ لیا-جس نے اوس کی پناہ لی اوسکو بچالیا-ح
باتین بے تکلف جمع ہو جائین وہی کریم مطل
(**فائدہ**) بندہ بھی بعضے ان خصلتون مین
کرمِ مطلق کی نسبت کرتے یہ کرمِ ناقص کہان
رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ
آدمی ہے (اَلرَّقِيْبُ) جل جلالہ وہ جو کہ علیم و حفیظ
اور دائمی طور سے کرے کہ کبھی وس سے غافل
منع کی ہوی شے کی طرف نہ بڑھے (**فائدہ**
اپنے رب اور اپنے قلب کا مراقب رہے یعنی

سلہ لیکن کرمِ عبد قدرتِ الٰہی سے متعلق ہے کیونکہ قابض و

اوسکا رقیب و مشاہد ہے۔ اور سمجھے کہ نفس و شیطان میرے دشمن ہین اور تاک
مین ہین کہ موقع پاکر غفلت دین۔ اور مخالفتِ حق پر آمادہ کر دین۔ اسکو چاہیے کہ
اول دونون سے اسطرح بچاؤ کی صورت نکالے کہ اون کے مکائد و تلبیسات کو
پہچانے وہ اسباب مہیا کرے جس سے اونکو شکست ہو یہی اوسکا مراقبہ ہے (اَلْمُجِیْبُ)
وہ جو کہ سائل کا سوال جلدی سے قبول کرے۔ ناچار کی حاجت روا کرے۔ بلکہ
دعا سے پہلے انعام و اکرام فرمائے (**فائدہ**) بندہ کو چاہیے کہ پہلے اون کامون کو
کہ جسکا خدا نے حکم کیا اور جس سے منع کیا ہی قبول کری پھر اوس کے بندون پر اوسکے
دئے ہوی مین سے نثار کرے۔ ہر سائل کا سوال اگر ہو سکے تو جلد پورا کرے۔ نہو سکی
تو نرمی سے جواب دے۔ اللہ تعالے فرماتا ہی وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ[1] حضرت
رسول اکرم فرماتے ہین کو دُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُھْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ[2]

---

[1] اور لیکن سائل کو پس مت جھڑک ۱۲ [2] اگر بلایا جاؤن مین پاچۂ گوسپند (یعنے تھوڑی سی چیز) کی طرف البتہ مین قبول کرونگا۔ اور اگر ایک ہاتھ میرے پاس ہدیہ بھیجدیا جاسے تو اوسکو بھی قبول کرلونگا۔ بعضے کہتے ہین کہ کراع مقام کا نام ہے تو یہ مبالغہ تبعدین ہے یعنے اگر دور بھی دعوت ہو تو وہان بھی جاؤنگا۔ فقیر کہتاہے کہ آجکل خلوص بہت کم ہوگیا ہے سچے دل سے جو دعوت دے اوس کی دعوت کا انکار نہ کرے بشرطیکہ وہ مجلس بدعت و منکرات سے خالی ہو۔ یہان کی اکثر شادیون مین سہرا کنگن ہاتھون کو مہندی تاش کا سانچا جوڑا کمخواب کا پائجامہ ضرور ہوتا ہے۔ اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج دینا ہی منظور ہو تو علانیہ فسق و فجور یعنے کسبنون کا ناچ کرواتا ہے۔ رقعہ مین جلسہ نشاط لکھکر علما و مشائخین کو بلاتا ہے۔ بعضے بیچارے پینے کے

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر دعوت اور ہر ہدیہ کا قبول فرمانا غایت اکرام اور
نہایت احسان تھا ورنہ بہت سے خسیس متکبر ہر ہدیہ کا قبول کرنا اپنی شان کے خلاف
سمجھتے ہین ہر دعوت مین جانے کو اپنی سبکی جانتے ہین۔ اپنی جاہ و منزلت سنبھالتے
ہین حیلے حوالے کرکے دعوت کو ٹالتے ہین۔ نہ داعی کے رنجیدہ ہونیکا خیال
نہ اوسکی دلشکنی کی پروا۔ اگرچہ اسکے نہ جانے سے وہ آزردہ ہو تو ہو۔ ایسے شخص کو
اس اسم پاک سے کچھ بھی حظ و حصہ نہین (اَلْوَاسِعُ) اگر اوسکی وسعت علمی ملاحظہ کرو
تو معلومات کا کنارہ نہ ملیگا بلکہ تمام دریا سیاہی بنین تو اوسکے تحریر کلمات مین صرف
ہو جائین۔ اور اگر اوس کے احسانات و انعامات پر نظر ڈالو تو اوسکی بھی نہایت نہین ہے
(فائدہ) آدمی کی وسعت اوس کے معارف و اخلاق کے بموجب ہی جس قدر علوم
کی کثرت ہو وہ اوسی کے موافق واسع ہے اور اخلاق کی اسطرح وسعت ہو کہ خوف
فقر و غضب حاسد و غلبہ حرص اور ساری صفات اوسکے اخلاق کو نہ بدلین تو وہ واسع ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۳۔) بندے یہ حیلہ کر جاتے ہین کہ دعوت سنت ہی۔ بعد عقد جہان وفا حشہ عورتین
آئین کہ یہ وہان سے بھاگ کر دوسرے دالان مین اس لئے آکر بیٹھتے ہین کہ ابھی دعوت ادا نہین ہوی کھانا کھانا باقی
ہے اور ایسی جائے اونکو ملتی ہے کہ جہان آواز آتی ہے اور کبھی کبھی کسیکی نحوس صورت بھی نظر آتی ہے۔ لیکن یہ بڑی خوش
ہین کہ ہم اوس مجلس مین تو نہین ٹہرے متقی بھی کہلائے اور اوس امیر کو راضی بھی کیا۔ افسوس فقہا نے تصریح کر دی
کہ بعد علم ایسی مجلس مین جانا منع ہے۔ لاعلمی کے بعد جو معلوم ہو جائے فی الفور واپس آنا چاہئے۔ خدا ہم سبکو بخشے اور آئندہ ہدایت کیجئے ۱۲

لیکن آخر اوسکی بھی نہایت ہی اور واسعِ حقیقی تو اللہ تعالےٰ ہی ہے (اَلۡحَکِیۡمُ) صاحبِ حکمت
اور حکمت معرفتِ افضل اشیا اور افضل علوم سے مراد ہی۔ افضل علوم علمِ باللہ ہی۔ اور اجلِّ
اشیا وہی حق تعالےٰ ہی۔ اور اوسکی کنہ معرفت کو اوسکے سوا کون پہچانتا ہی تو وہی حکیم مطلق
ہی۔ (فائدہ) جس نے تمام اشیا کو جانا اور اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانا تو وہ حکیم کہلانیکے لایق
نہین۔ اس لیے کہ اُس نے اجلّ و افضل اشیا کی معرفت حاصل نہ کی۔ اور جلالتِ علم بقدرِ
جلالتِ معلوم ہی۔ پھر اللہ سے بزرگ بھی کوئی ہے جس نے اوسکو پہچانا وہی حکیم ہی
گو اوسکو تمامی علومِ رسمیہ مین مہارت نہ ہو زبان مین طلاقت بیان مین فصاحت
نہو۔ (اَلۡوَدُوۡدُ) وہ جو کہ تمام خلق کے لئی بھلائی کو پسند کرتا ہی۔ اُنپر ہر طرح کا انعام
و احسان کرتا ہی (فائدہ) بندون سے ودود وہی ہی کہ خلق کے لئی وہ بات
پسند کرے جو اپنے لئی پسند کرتا ہی اور اس سے اعلےٰ یہ ہی کہ اپنی ذات سے بھی اونکو
بڑھکر چاہی جیسا کسی نے کہا مین چاہتا ہون کہ دوزخ کا پُل بنا دیا جاؤن اور مجھپر سے

؎ معرفتِ آلہی اعلیٰ ترین معارف ہے۔ وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا۔ اور جس نے اللہ تعالےٰ کو پہچانا اوسکا کلام غیرون سے مخالف ہوگا۔ اس لئے کہ اوسکا کلام کلّی ہوگا جزئیات کی طرف بہت ہی کم متوجہ ہوگا۔ دینوی مصالح کی طرف کم خیال رکھے گا۔ آخرت ملحوظِ نظر رہیگی ۱۲ ؎ اس اسمِ پاک کے معنی رحیم سے قریب ہین۔ لیکن رحمت کی اضافت مرحوم کی طرف ہوتی ہے اور مرحوم محتاج و مضطر ہوتا ہے۔ افعالِ رحیم مرحوم ضعیف کے طالب ہین اور افعالِ ودود مین یہ بات نہین ہی بلکہ ابتدائی طور پر انعام و احسان نتایج ودود سے ہین ۱۲

خلق گذرے اورکسی کو آگ کی تکلیف نہ پہونچے - اور اُسکا کمال یہہ ہی کہ کسی کے غضب
وغصہ اور ایذا رسانی سے اپنے احسانات نہ چہوڑے - رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو
دیکہو آپکے دندانِ مبارک کو صدمہ پہونچا چہرۂ مبارک خون آلودہ ہوا اوسوقت بہی
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ[1] - فرماتے تہے - اونکی ایذا رسانی آپکے
ارادۂ خیر کی مانع نہ ہوئی (اَلْمَجِیْدُ) جسکی ذات بزرگ - افعال جمیل عطا کثیر -
جب شرفِ ذات اورحُسنِ افعال دونون باہم ہون تو اوسکا نام مجید ہی[2] (اَلْبَاعِثُ)[3]

[1] یا اللہ میری قوم کو بخشدے کہ وہ نہین جانتے ہین [2] گویا یہ نام اسمِ جلیل ووہاب وکریم کا جامع ہی اسکا بیان سابق مین گذر گیا ۱۲ [3] اس اسم کا پہچاننا معرفتِ حقیقتِ بعث پر موقوف ہے - اکثر لوگ موت کو عدم سمجہتے ہین اور یہ باطل ہے کیونکہ قبر دوزخ کے گڑہون مین سے یا تو ایک گڑہا ہے یا جنت کے باغون مین سے ایک باغ - جو نیک بخت ہین وہ اموات نہین وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہین جو کچہہ اللہ نے اونکو دیا ہے اوس سے خوش ہین - اور جو اشقیا ہین وہ بہی زندہ ہین اسی سبب سے بدر مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو پکارا - اور صحابہ سے مخاطب ہوکے فرمایا کہ تم میرے قول کو اون سے بڑہکے نہین سنتے - اور اصحابِ بصائر کا مشاہدۂ باطنی بہی اسی پر دال ہے کہ انسان ابد کے لئے پیدا ہوا ہے اور وہ عدم نہ ہوگا - جب اوسکا تصرف جسد سے منقطع ہوتا ہے تو کہتے ہین مرگیا اور جب وہ تعلق پہر لوٹا تو کہتے ہین زندہ اور مبعوث ہوا - اور اس کی حقیقت اس کتاب مین بیان نہین ہو سکتی اور انسان کے متعدد انشا ہین صرف دو ہی نہین چنانچہ فرمایا وَنُنْشِئَكُمْ فِیْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور بعد پیدا کرنے نطفہ اور مضغہ کے فرمایا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ بلکہ نشارتِ نطفہ مٹی سے ہے اور علقہ کی نشارت نطفہ سے اور نشارتِ مضغہ علقہ سے اور روح کی نشارت مضغہ سے ہی چونکہ روح کی نشاءت اشرف وجلیل ہے اور وہ امرِ ربانی ہے اس لئے فرمایا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ پہر

قیامت مین مخلوق کو زندہ کرنیوالا (**فائدہ**) خداوند عالم قرآنِ مجید مین عقل کو حیات اور جہل کو موت فرمایا ہے تو جس نے جہل چھوڑ معرفت حاصل کی تو اوسکو ایک دوسری پاک زندگی ملگئی اور جو دوسرون کو بھی اپنے علم سے فائدہ پہونچایا اور اللہ کی طرف بُلایا تو یہ بھی ایک قسم کا زندہ کرنا ہے اور یہ رتبہ انبیا علیہم السلام اور جو اونکے وارث علما ہین اونکو ملا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۶) روح کے بعد ادراکاتِ حسّی کی نشارت ہی۔ پھر تمیز کی پیدائش جو سات سال کی عمر مین ہوتی ہے یہ بھی ایک دوسری نشاءت ہے پھر عقل کا پیدا کرنا جو بعد پندرہ سال یا اوسکے قریب قریب ہے ایک دوسری نشاءت ہی اور ہر نشاءت کا ایک طور ہے فرمایا وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا پھر خاصیتِ ولایت کا ظہور (جس کے لئے منظور ہو) نشاءتِ ثانی ہے اور خاصیتِ نبوت کا ظہور ایک دوسری نشارت ہے اور یہ بھی ایک قسم کا بعث ہی جس طرح وہ باعثِ رسل ہے اوسیطرح وہ باعثِ یوم نشور ہے۔ لیکن تمیز جو لڑکے کو قبل تمیز حقیقتِ تمیز سمجھنا مشکل۔ اور ممیز کو حقیقتِ عقل اور عقل والے کو طورِ ولایت و نبوت سمجھنا دشوار رہی اسلئے کہ ولایت کا کمال اور طور نشاءت عقل سے پرے ہے جیسے عقل نشاءتِ تمیز کے بعد اور کمالِ تمیز نشاءتِ حواس کے بھی بعد ہے۔ چونکہ اکثر لوگون کی طبعی بات ہی کہ جو چیز سمجھ مین نہ آئے جس تک ان کے فہم کی رسائی نہ ہو اوسکا انکار کرتے ہین۔ اور جو ان سے غائب و پوشیدہ ہو اوسکی تصدیق نہین کرتے اسی سے ملحدونکو ولایت و نبوت اور اوسکے عجائبات سے انکار ہے۔ نشارتِ ثانی سے جو حیاتِ آخرت ہوگی وہ بھی اون کے پاس محال ہے۔ کیونکہ یہ اوس مقام تک پہونچے نہین اسیطرح لڑکے سے عقل کی باتین اور اوسکے عجائبات بیان کیجے تو ضرور انکار کریگا اور اُسکو محال سمجھیگا تو جو شخص (اللہ و رسول کے فرمانے سے) اون باتونکی تصدیق کی جن تک یہ پہونچا نہین تھا تو وہ غیب پر ایمان لایا جو ہر سعادت کی کنجی ہے۔ اور جس طرح کہ عقل۔ اوسکا عالم۔ اوسکے ادراکات۔ اوسکی نشاءت۔ پہلے ادراکات کے لحاظ سے دور کی مناسبت ہے۔ اسیطرح نشاءتِ آخرت اور نشاءتِ اولی مین بھی بہت ہی دور کی مناسبت ہے اسکو اسپر قیاس کرنا چاہیے۔ (سے بر سرِ قبر یکے رفتم و گفتم چونی ٭ گفت احوال چہ پرسی چو بیائی دانی) ۱۲

(الشَّہِیْدُ) اسکے معنی علیم کے قریب قریب ہین لیکن جب علم کا مطلق اعتبار کیا جاے
تو وہ علیم ہے اور جب اوسکی اضافت امورِ باطنی اور غیب کی طرف ہووے تو وہ خبیر ہے
اور جب وقت اوسکی نسبت امورِ ظاہر کی طرف ہووے تو وہ شہید ہی اور شہید کا یہ بھی وصف
ہی کہ قیامت کے دن مخلوق کے حالات پر گواہی دیگا اور علیم وخبیر کی شرح دیکھلو
اعادہ کرنیکی ضرورت نہین (اَلْحَقُّ) وہ کہ جسکا وجود بذاتہ ثابت ازلی اور ابدی ہو۔
(فائدہ) بندہ کا وصف اس سے یہ ہی کہ خدا کے سوائے کسی کو حق اور ثابت نہ دیکھے
اگرچہ بندہ کی ایک حقیقت ہی لیکن وہ حقیقت بنفسہٖ نہین بلکہ بغیرہٖ ہے لیعنے بسبب حق تعالیٰ
کے یہ موجود ہی نہ بذاتہ۔ اگر ایجادِ حق نہ ہو تو یہ بذاتہ باطل رہتا۔ جس سے اَنَا الْحَقُّ کہا اوس
خطا ہوگئی۔ لیکن دو تاویلون سے صحت ہوگی پہلی یہ کہ بِالْحَقِّ لیعنے مین حق سے موجود
ہون۔ یہ تاویل بعید ہی کیونکہ لفظ سے یہ بات ظاہر نہین ہوتی علاوہ یہ کہ اوسی شخص کی
کیا خصوصیت۔ بلکہ ہر شے بِالْحَقِّ ہے (سو ہی حقیقت مین انا الحق بھی ہو الحق اکھی ہے
لیکن اے حضرتِ منصور یہ دعوی کیا ہی) دوسری یہ کہ اسطرح مستغرق بحق
ہووے کہ دل مین غیر کی جگہ نہ رہے جس طرح شاعر نے کہا ع اَنَا مَنْ اَھْوٰی وَمَنْ
اَھْوٰی اَنَا چونکہ اہلِ تصوف اپنی نفوس کو باعتبارِ ذات فنا سمجھتے اور اسی طرح
دیکھتے ہین اور اکثر احوال مین اسمِ حق اونکی زبانون پر جاری رہتا ہی کیونکہ ذاتِ حقیقی کا

وہ ملاحظہ کرتے ہین اور جو فی نفسہٖ ہالک ہی اوسکا اعتبار نہین کرتے تو وہی نظر مین آتا
ہی۔ اور اسطرح اونکو اللہ تعالیٰ مخاطب ہوکے فرماتا ہی اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔ اور چونکہ اہل کلام ابھی مقام ابتدائی یعنے افعال مین ہین تو اونکی
زبانون پر اکثر اسم باری جو معنی مین خالق کے ہی جاری رہتا ہی اور اکثر خلق یہ سمجھی ہوی
ہی کہ ہر شئے خدا کے سوائے ہی تو جس طرح دیکھتے ہین وہی شہادت دیتے ہین اس لئے
اونکو اسطرح خطاب فرماتا ہی اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۔ (اَلْوَكِيْلُ) وہ کہ جسکو تمام امور تفویض کیے جاتین
اور وہ بذاتہ اسکا مستحق ہو اور جو امور کہ تفویض کئے گئے ہین اونکی اچھی طور سے خبرگیری کرکے
پوری طرح سے وفا کردے۔ اس سے تمنے سمجھ لیا ہوگا کہ بندہ کا اس اسم سے کیا حظ ہے
(اَلْقَوِيُّ ۔ اَلْمَتِيْنُ) باعتبار قدرت تامہ کے وہ قوی ہی۔ اور بحیثیت شدید القوۃ
ہونیکے وہ متین ہے اسکا مرجع معانی قدرت ہی جس کا بیان قریب مین آتا ہی
(اَلْوَلِيُّ) وہ جو محب و ناصر ہی (فائدہ) بندون سے ولی وہ ہی جو اوسکو اور اوسکے اولیاء کو چاہے
ہر طرح سے مدد کرے۔ اوسکے دشمنون سے دشمنی رکھے نفس و شیطان بھی اوسی کے
اعداء سے ہین ان دونون کو شکست دے۔ (اَلْحَمِيْدُ) وہ کہ جس کی تعریف

له کیا کافی نہین تیرا رب اسپر کہ وہ ہر چیز پر حاضر ہے ۱۲

له کیا دیکھا نہین انہون نے سلطنت آسمانون اور زمین مین اور جو کچھ پیدا کیا اللہ نے کسی چیز سے ۱۲

سے حمد وہ ہے کہ اوصاف کمال کو بیان کرنا اس حیثیت سے کہ وہ کمال ہے ۱۲

ازل[1] سے ابد تک ہو رہی ہے (فائدہ) بندون سے حمید وہی ہے کہ جس کے عقائد و
اخلاق و اعمال و اقوال کی پوری طور سے اس طرح تعریف ہو کہ جس مین کسی کی کثرت
نہ ہو اور یہ تو وہی ذاتِ مقدس ہے کہ جنکا نام پاک ہی خود محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے
پھر وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہین جو آپ سے قریب قریب ہین پھر اون کے سوا اولیاء و علماء ہین
پھر جسکی جسقدر تعریف ہو اوسی قدر اوسکو اس نام سے حصہ ملا ہے (اَلْمُحْصِي) وہ کہ
جس کے علم مین ہر معلوم کی حقیقت و کیفیت و کمیت منکشف ہو وے بندے کو اس
اسم سے اوسی قدر حصہ ہے جیسے اصل صفت علم سے ہے (جس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے
حضرت موسے علیہ السلام سے کہا کہ تمہارا اور میرا علم اللہ کے علم کے سامنے اوسی طرح ہے جیسے
چڑی نے دریا سے چونچ مین پانی لیا) (اَلْمُبْدِئُ۔ اَلْمُعِيْدُ) اسکے معنے موجد کے ہین
لیکن مُبدی وہ ہے جو اپنے فضل و کرم سے مخلوق کو عدم سے پیدا کیا اور مُعید وہ کہ جو بعد
موت اپنا وعدہ پورا کرنیکے لیے پھر ملٹائیگا۔ یعنے حشر مین اُٹھائیگا۔ وَالْاَشْیَاءُ کُلُّہَا مِنْہٗ
بَدَأَتْ وَاِلَیْہِ تَعُوْدُ۔ (اَلْمُحْيِيْ۔ اَلْمُمِیْتُ) اسکا مرجع بھی ایجاد ہی ہے لیکن جب وجود حیات

---

[1] ازل مین تو اپنی تعریف آپ ہی کیا اور ابد تک اوسکی حمد و ثنا اوس کے بندے کرتے رہین گے ۱۲ [2] وہ عالم ہے لیکن جب اضافت علم کی معلومات کی طرف اس حیثیت سے ہو کہ معلومات کا احصا و احاطہ اور اون کو شمار بھی کر لے اسی کا نام احصا ہے۔ [3] دیکھو تفسیر ہذا صفحہ ۳۲۷۔ [4] جب ایجاد مسبوق بمثلہ نہ ہووے اوسکا نام ابدا ہے اور جو مسبوق بمثلہ ہووے وہ اعادہ ہے ۱۲

ہو اُس فعل کا نام احیا ہی اور جب موت ہو اُسکا نام امانت ہی تو موت و حیات کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (اَلْحَيُّ) وہ جو کہ فعال و درّاک ہی۔ اقل درجاتِ ادراک یہ ہی کہ مدرک کو اپنی ذات کا شعور ہووی اور جس کو اپنے نفس سے بھی آگاہی نہ ہو وہ جماد و بےجان ہی۔ پھر کامل و مطلق حی وہی ہے کہ تمام مدرکات اوسکے تحتِ ادراک اور کل موجودات اوس کے زیرِ فعل مندرج ہون یہانتک کہ کسی مدرک سے اوسکا علم اور کسی فاعل سے اوسکا فعل منسوب نہ کیا جائے۔ اور ایسا حیِ مطلق تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی نہین اور جو زندہ اور حیّ ہے اوسکی حیات بھی خداوند عالم کی تقدیر سے ہی اور وہ بھی بہت قلیل۔ (اَلْقَيُّوْمُ) جو موجود کہ اوسکی ذات اوسکے لیے کافی ہو۔ نہ غیر سے اُسکا قیام۔ اور نہ دوامِ وجود مین غیر کا محتاج تو وہی قائم بنفسہٖ ہی اور جو اسکے علاوہ ہر موجود کا قیام بھی اُسی سے ہو تو وہ قیوم ہی اسلئے کہ وہ

لہ معنی حیات کی طرف اسمِ باعث مین اشارہ گزرچکا اعادہ کی ضرورت نہین ۔ ۲ ہ اشیا کی تقسیم اسطرح ہے کہ بعضے محل کے محتاج ہین جیسے اعراض و اوصاف تو ایسے اشیا کو کہین گے کہ اپنی ذات سے قائم نہین۔ بعضے ایسی ہین کہ محل کے محتاج نہین وہ قایم بنفسہ کہلاتے ہین مانند جواہر کے۔ لیکن گو جواہر اپنی ذات سے قائم۔ محل سے مستغنی ہین لیکن اون امور سے مستغنی نہین جو اون کے وجود کے لئے ضروری اور اون کے موجود ہونے کے لئے شرط ہین تو اس اعتبار سے وہ قائم بنفسہ بھی نہ ہوی کیونکہ وہ اپنے قیام کے لئے وجود غیر کے محتاج ہین عاصی کہتا ہی اسی سبب اللہ تعالیٰ کو جوہر نہین کہتی چنانچہ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنی رسالہ کشف الخلاصہ مین فرمایا ہے نے عرض ذات اوسکی اور جوہر نہین نہ ذرہ اُنکے حکم سے باہر نہین

بذاتہ قایم اور ہر شے کا وجود و دوام وجود اوسی سے ہے (فائدہ) بندے کا حصہ اس
وصف سے اوسی قدر ہے جسقدر کہ اوسکو استغنا و بے پروائی ماسوی اللہ سے ہے
(اَلْوَاجِدُ) وہ جو کسی شے کا محتاج نہین بلکہ صفات و کمال صفات کی ساری خوبیان
موجود ہون۔ (فائدہ) بندہ اگر عنایت الٰہی سے بعضے کمال صفات اور اوس کے
اسباب کو حاصل کیا بعضی کہو دیا اور واجد مطلق تو وہی اللہ تعالے ہی (اَلْمَاجِدُ) مجید کے
معنی مین لیکن اس مین زیادہ مبالغہ ہی اسکا بیان سابق مین گذرا۔ (اَلْوَاحِدُ) وہ موجود
کہ اپنے وجود کے لحاظ سے منفرد و مخصوص ہے جس مین تصور شرکت غیر محال ہے وہ
واحد مطلق ازلی و ابدی ہے (فائدہ) بندہ کو اکیلا اوسوقت کہین گے جو کسی خصلت
مین عمدہ خصلتون سے ہم جنسون مین اسکا نظیر نہ ہو[۱] (اَلصَّمَدُ)[۲] وہ جو کہ سب لوگ
اپنی حوایج مین اوسی کے محتاج ہوتے ہین کیونکہ وہ سب کا سردار ہی اسی پر سیادت
ختم ہی (فائدہ) اللہ تعالے نے اوس شخص کو اس مین سے کچھ حصہ دیا جسکو اپنے
بندون کے دینی و دنیوی کام نکالنے کے لئے مرجع ٹھہرایا (اَلْقَادِرُ۔ اَلْمُقْتَدِرُ)
ان دونون کے معنے صاحب قدرت ہین لیکن مقتدر مین مبالغہ زیادہ ہی اور قادر مطلق تو

۱؎ بندہ کو اکیلا کہنا بنسبت ابنا جنس و بلحاظ وقت اور باعتبار بعضی خصلتون کے ہے اور وحدت مطلقہ
تو اوسی اللہ تعالے کے لئے ہے ۱۲ ۲؎ الصمد۔ السید لانہ یصمد الیہ فی الحوائج ای یقصد
یقال صمدہ من باب نصر ای قصدہ (مختار)

وہی ہے جو ہر موجود کو نئی طور سے پیدا کرنے مین منفرد اور غیر کی معاونت سے مستغنی ہے۔ اور بندے کو گو ناقص طور پر کچھ قدرت ہی لیکن وہ مخترع اور ایجاد نوکرنیوالا نہین بلکہ جسقدر بندہ کے مقدورات ہین خدا نے ہی اونکو پیدا کیا ہی۔ اسکے بعد ایک راز ہی جسکے بیان کو یہ کتاب کافی نہین۔

dim
kher

(اَلْمُقَدِّمُ۔ اَلْمُؤَخِّرُ) وہ جو کہ نزدیک کرے۔ دور ہٹا دے۔ جس کو مقرب بنایا اُسکو آگے بڑہایا۔ جسکو پیچھے ہٹا دیا اُسکو دور کیا۔ انبیاء کرام و اولیاء عظام کو تقرب دیکر مقدم کیا۔ اپنے اعدا اور دشمنون کو دور کرکے موخر کیا۔ اس مین اشارہ ہی کہ تقدم و تاخر اپنے علم و عمل سے نہین بلکہ اُسی کی جانب سی ہی (فائدہ) بندہ کا حظ صفات افعال سے ظاہر ہے۔ ہر اسم مین اعادہ کی ضرورت نہین۔ جسقدر ہم بیان کرچکے ہین اوس سے پہچان لینا چاہئے۔ طول بیانی کی حاجت نہین

al
her

(اَلْاَوَّلُ۔ اَلْاٰخِرُ) وجود کے لحاظ سے وہ سب سے پہلے ہی۔ کیونکہ تمام موجودات کا وجود اُسی سے ہی۔ اور سلوک کے اعتبار سے وہ آخر ہے کیونکہ سالک کو جو معرفت اوسکی معرفت سے پہلے حاصل ہو وہ اوس کی معرفت کی سیڑہی ہی۔ آخری مرتبہ معرفت آلہی ہے فَمِنْهُ الْمَبْدَاُ اَوَّلًا وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَصِيْرُ

لہ فرمایا وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔ یعنے اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اوسکی ہدایت کردیتے لیکن میری طرف سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مین دوزخ کو جنات اور آدمی سب سے ضرور بھر دونگا ۱۲

خِفًا۔ اور یہ بھی تفسیر ہوسکتی ہے کہ اوّل کے یہ معنے کہ جسکی ابتدا نہین۔ اور آخر کے معنی
کہ جسکی انتہا نہین (اَلظَّاھِرُ۔ اَلْبَاطِنُ) جو اوسکو حواس و خزانۂ خیال سے طلب کرے
اوسکی نسبت کرتے باطن ہے۔ اور جو خزانۂ عقل سے بطریقِ استدلال اُسکا طالب ہو اُسکے لئے
ظاہر ہے۔[1] (رہبر طریقت مین ہے الٰہی جب تک مین تیری ذات پر مخلوقات سے
استدلال کرتا رہا۔ تیرے قرب سے دور ہوتا گیا کس طرح اُس چیز کو تیرے لئے دلیل بنائین
جسکو ہم نفسِ وجود مین تیری محتاج پائین۔ کیا تیرے غیر کو تجھ سے زیادہ ظہور مین مرتبہ
ملا ہی۔ کہ جو اسکو تیرے ظاہر کرنیکا حوصلہ ہے۔ تو کب غائب تھا کہ تیرے حضور کے لئے

[1] اگر کوئی کہے کہ ظاہر تو وہی ہے جس کے ادراک مین لوگون کو شک و اختلاف نہ ہو یہان تو لوگون کو اختلاف
ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ وہ شدتِ ظہور سے پوشیدہ ہو گیا۔ اوسی کا ظہور اُسکے بطون کا سبب ہو گیا۔ اوسی کا
نور اوسکے نور کا حجاب ہے۔ اس کلام سے کسی کو تعجب نہ کرنا چاہئے ہم ایک مثال سے سمجھاتے ہین کہ جب تم
کوئی کلمہ لکھا ہوا دیکھو تو تم کو یقین قطعی وجودِ کاتب کا ہوگا جو عالم۔ قادر۔ سمیع۔ بصیر۔ حی ہے۔ صرف ایک ہی کلمہ
اوسپر دال ہو گیا۔ اب زمین و آسمان کا ہر ذرہ ذرہ اپنی ذات پر احتیاج کی گواہی دے رہا ہے کہ ہمکو کسی مدبر نے
اسی طرح تدبیر دی۔ صانع نے ہمکو بنایا۔ خالق ہی عدم سے وجود مین لایا۔ اس ترکیب اور اس صفاتِ مخصوص
سے ہمکو خاص کیا۔ اور خود انسان اپنے ہی اعضا کو دیکھے بلکہ کوئی صفت یا کوئی حال کو اپنے خیال کرے
کہ جبرًا و قہرًا اپنے اختیار اوس کے کس طرح جاری ہو جاتا ہے اوسوقت بے ساختہ اپنے خالق و مدبر کی شہادت
دیگا۔ اگر یہ اشیا شہادت مین مختلف ہوتے اسطرح کہ بعضے اوسکے گواہی دیتے اور بعضے نہ دیتے تو سبکو یقین جاتا ہو
لیکن جب شہادت کثرت سے متفق ہو گئین تو شدتِ ظہور سے خفا اور پوشیدگی ہو گئی۔ (بقیہ بر صفحۂ آئندہ)

دلیل کی ضرورت پڑی۔ تو کب دور تھا کہ کوئی شے تیری قربت کا باعث ہوی الخ
فقیر کہتا ہے کہ صوفیہ ان چارون نامون سے عینیت ثابت کرتے ہین یعنے اوسکی
اوّلیت و آخریّت اور ظاہریت و باطنیت دوسری چیز کی نسبت کرتے ہین ہے
بلکہ جو کچھ ہے وہی ہے کہ کبھی اوسکو اوّل کبھی آخر کبھی ظاہر کبھی باطن سے تعبیر کرتے ہین
کلمۃ الحق مین ہے وَالْكَمَالُ عِبَارَةٌ عَنْ جَمْعِ الْمُتَقَابِلَيْنِ مِنَ التَّضَايُفِ وَالتَّضَادِ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۴) مثال اوسکی اسطرح ہے کہ بہت ہی ظاہر وہ اشیا ہین جو حواس سے پائے جاتے ہین اور اُن سے بھی زیادہ ظاہر وہ ہین جو خاص حاسۂ بصر سے ظاہر ہوتے ہین۔ اور بہت ہی ظاہر حاسۂ بصر مین نور شمس ہے کہ تمام اجسام پر چمکتا ہے جس سے ہر شے ظاہر ہو جاتی ہے پھر جو ہر چیز کو ظاہر کرے وہ تو خوب ہی ظاہر ہوگا لیکن باوجود اسکے بہت سی مخلوق اُسکو نہین پاسکتی اور کہتی ہے کہ رنگ برنگ اشیا مین سوائے اوس رنگ یعنے سرخی و سیاہی کے اور کچھ نہین اور اوس رنگ مین کوئی نور و روشنی علحدہ نہین (دہانکا کھیت جو لہلہاتا ہے اوسکو بھی اسی طرح سمجھتے ہین) لیکن جب آفتاب ڈوبا اور رات آئی پھر وہ رنگ کچھ اور ہی رنگ لاتے ہین (چنانچہ کھیت مین وقت غروب بہت ہی سبزی آجاتی ہے) تو اوسوقت وجود نور اور عدم نور کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور اُس رنگ اور اِس رنگ مین تفرقہ پڑجاتا ہے۔ اور اگر فرض کرو کہ یہ نور اجسام سے جدا نہ ہوتا تو کون پہچان سکتا کہ ان رنگونکے ہمراہ کوئی نور بھی ہے جو امر زائد ہی۔ حالانکہ وہ سب اشیا سے ظاہر تر ہی بلکہ اوسی کے سبب اشیا ظاہر ہوے۔ اگر نعوذ باللہ خدائے تعالےٰ کے غائب ہونیکو فرض کرو تو ابھی آسمان و زمین گر جاتے ہین اور جس شے سے اوسکا نور منقطع ہو وہی پہلے فنا ہو جاتی ہی تو پھر تفرقہ دونون حالتونکا تمکو کس طرح معلوم ہوگا۔ اور اوسکے وجود کی قطعی طور سے معرفت کس طرح حاصل ہوگی۔ فَسُبْحَانَ مَنِ احْتَجَبَ عَنِ الْخَلْقِ بِنُوْرِهٖ۔ وَخَفِيَ عَلَيْهِمْ بِشِدَّةِ ظُهُوْرِهٖ۔ فَهُوَ الظَّاهِرُ الَّذِيْ لَا اَظْهَرَ مِنْهُ۔ وَهُوَ الْبَاطِنُ الَّذِيْ لَا اَبْطَنَ مِنْهُ ۱۲

وَالْعَدَمِ وَالْمَلَكَةِ دُوْنَ النَّقِيْضَيْنِ مِنَ الْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ كَالْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ وَ
الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ وَالْمُحْيِيْ وَالْمُمِيْتِ وَالْهَادِيْ وَالْمُضِلِّ وَقِسْ عَلَيْهِ الْوَاجِبِ
وَالْمُمْكِنِ الخ لِكُلِّ مَقَامٍ مَقَالٌ ۔ وَلِكُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ) (**فائدہ**) صفات مذکورہ
حق سے کچھ بھی تعجب نہ چاہئے کیونکہ جس معنے سے کہ انسان انسان ہے۔ ظاہر و باطن
ہے۔ اگر اوس کے افعال مرتبہ اور محکمہ سے استدلال کیا جائے تو ظاہر ہے۔ اور اگر حس سے
ادراک مقصود ہو تو وہ باطن ہے اس لئے کہ حس کا تعلق ظاہر جسم سے ہی اور وہی انسان[لہ]
نہین (اَلْبَرُّ جل جلالہ) وہ جو احسان کرے اور بر مطلق حق تعالیٰ ہے اس لئے کہ ہر نیکی
و احسان اوسی کی طرف سے ہی۔ بندہ نکوکار موافق اپنے نیکیون کے ہوگا خصوص
جو اپنے والدین و استاد و مرشد سے نیکی کرے (اَلتَّوَّابُ جل جلالہ) وہ جو اسباب توبہ اپنے
بندون کے لئے آسان کردیتا ہی۔ یکے بعد دیگرے اپنی نشانیان دکھلا کر اُس کو
خوف دلاتا ہی۔ پھر اسقدر اُن پر گناہونکا خوف چھا جاتا ہے کہ وہ گریہ وزاری۔
توبہ و شرمساری سے اپنے مالک کی جانب رجوع کرتے ہین۔ فضل خدا بھی قبول

لہ انسان کو انسان اس جسم ظاہری کے اعتبار سے نہین کہتے کیونکہ اگر جسم ظاہری بدل جائے بلکہ اوسکے تمام اجزا تبدیل پائین تو انسان انسان ہی رہیگا۔ صرف اجزا متبدل ہوے۔ اور شاید ہر انسان کے اجزا بعد برسون کے بلکہ ہفتون کے اجزا نہین رہتے۔ کیونکہ درازی زمانہ سے نقصان پاتے ہین اور اوس کے جیسے بطریق اغذیہ بدل جاتے ہین۔ اور اُسکی ہویت نہین بدلتی۔ وہی ہویت حواس سے باطن ہے۔ اور عقل کے پاس اُس کے آثار و افعال پر استدلال کرنے سے ظاہر ہے ۱۲

کرنے کے لیے رجوع فرماتا ہی وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (فائدہ) جو شخص اپنے
خدمتگار و رعایا و دوستون کے قصور کیے بعد دیگرے معاف کرتا رہے تو وہ اس
خُلق سے متخلق ہوا اور حصہ لیا۔ (اَلْمُنْتَقِمُ) وہ جو کہ دشمنون کو خاک مین ملا دے
مجرمون کو پا بزنجیر کرے۔ سرکش اور باغیون کو سخت سزا دے۔ لیکن کب جب جرم
کثرت سے ہوے ہون۔ بار بار ڈرانا بھی ہوا ہو۔ مہلت بھی دیگئی۔ فرصت بھی ملی
پر وہ کسی بات کا بھی خیال نہ کیا۔ سخت عذاب و عقاب مین گرفتار ہوا کیونکہ جو سزا
دینے مین تاخیر کرتا ہے تو اسکی سزا بھی سخت ہوتی ہے (فائدہ) بندہ کا عمدہ انتقام
یہی ہے کہ اللہ کے دشمنون سے بدلا لیوے۔ اور بڑا دشمن نفس ہی دیکھتا ہے کہ جب اسنے
کوئی معصیت کی یا عبادت چھوڑی تو خوب ہی انتقام لے۔ نقل ہے کہ حضرت بایزید
بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ میرے نفس نے ایک شب مین وظیفہ پڑھنے کیلئے
سُستی کی مین نے اسطرح سزا دی کہ ایک سال تک اسکو پانی پینے سے تنگ کیا۔ ہر
سالک کو چاہئے کہ اسی طرح انتقام لیا کرے۔ (اَلْعَفُوُّ[1] جل جلالہ) وہ جو کہ گناہون کو مٹا دے
معاصی سے درگذرے (فائدہ) بندہ کا خط اس سے یہ ہی کہ جو ظلم کرے اسکو معاف
کردے۔ بلکہ اُسپر احسان کرے۔ جسطرح وہ دیکھ رہا ہی کہ اللہ تعالےٰ گنہ گارون اور

[1] یہ نام پاک غفور سے قریب ہی لیکن اُس سے ابلغ ہی کیونکہ غفران مین ستر ہی۔ اور عفو مین محو۔ اور محو مین مبالغہ ستر سے زیادہ ہے ۱۲

کافرون پر دنیا مین کس طرح احسان فرما رہا ہے۔ جلدی سے عقاب نہین کرتا بلکہ
بسا اوقات معاف فرماتا ہے کہ انکی توبہ قبول کرلیتا۔ اور گناہون کو مٹا دیتا ہے کیونکہ
حدیث ہی[۱] اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ (اَلرَّؤُفُ) صاحب رافت یعنے
بہت ہی رحم کرنے والا۔ اسکا بیان سابق مین گذر چکا۔ (مَالِکُ الْمُلْکِ[۲]) وہ جو کہ اپنی
مملکت مین جیسا اور جس طرح چاہا تصرف کیا (فائدہ) بندے کی مملکت خاص
طور سے اسکا بدن ہی۔ جب اس کے قلب و اعضا مین اسکی مشیت نافذ ہوگئی تو وہ اپنی
مملکتِ نفس کا اسی قدر مالک ہی جتنی قدرت کہ اسپر ملی۔ (ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ)
جو جلال اور کمال ہے وہ اسی کے لئے ہی اور جو بزرگی و بخشش ہی وہ اسی سے صادر ہے
اسکی ذات کے لئے جلال ہے اور اسی کی جانب سے کرامت و بخشش مخلوق پر بے حد و حساب
ہے چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ۔ (اَلْوَالِیُ[۳]) وہ کہ جس نے امور خلق کی تدبیر
کی اور جو اسکی ولایت پر قادر ہی (اَلْمُتَعَالِیْ) معنی مین علی کے جس مین ایک قسم کا مبالغہ
بھی ہے۔ سابق مین اسکا بیان ہو چکا۔ (اَلْمُقْسِطُ) وہ جو کہ مظلوم کا ظالم سے

---

[۱] رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان یعنے گناہون سے توبہ کرنے والا اسطرح ہی کہ گویا اسکو گناہ ہی نہین ۱۲ [۲] مالک کے معنی قادر تام اور ملک کے معنی مملکت کے ہین ۱۲ [۳] ولایت مین گویا تین باتین ہونی چاہیے (۱) تدبیر (۲) فعل (۳) قدرت۔ اور جب تک یہ جمع نہون اسپر اسم والی کا اطلاق صحیح نہین۔ اور سچ پوچھو تو والی امور خدا کے سوا کوئی نہین کیونکہ وہ پہلے اسکی تدبیر مین منفرد ہی پھر تحقیق سے تدبیر کو جاری فرماتا ہی پھر ہمیشہ اسکو قایم رکھتا ہے ۱۲

انصاف کرے۔ اور اُسکا کمال یہہ ہی کہ مظلوم کی خوشنودی کے ساتھ ظالم بھی خوش ہوجاے

اور یہہ غایتِ عدل و انصاف ہی جو خدا کے ہی لیے سزاوار ہی۔ (فائدہ) وہی بندہ

اس سے پورا حظ اوٹھایا جس نے پہلے اپنے نفس سے انصاف چاہا پھر غیرون کے حقوق جو

اسپر تھے اُسکی داد دی۔ پھر غیرون کے درمیان انصاف کیا۔ لیکن غیرون سے اپنا مطالبہ

نہ کیا اور فریاد نہ چاہی (الجامع) وہ کہ جو متباینات و متماثلات کو ایک جا کردے۔

لہ اُسکی مثال وہ حدیث ہے جو نبی صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے روایت ہی کہ ایکدن آپ تشریف فرما تھے اور دیکھا یک ہنسنے

لگے یہان تک کہ دندان پیشین نظر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ پر میرے مان باپ

فدا ہون کس چیز نے آپکو ہنسایا۔ فرمایا کہ دو شخص میری اُمت کے پروردگار عالم کے روبرو دو زانو بیٹھ گئے۔ ایک نے

عرض کی کہ پروردگار اس سے میرا بدلا لے۔ (ظالم کو) حکم ہوا کہ جو تو نے تیرے بھائی پر ظلم کیا اُسکو آج پھیر دے۔

عرض کی کہ میرے پاس نیکیان باقی نہین رہین حکم ہوا کہ تیرے بھائی کے پاس نیکیان تو نہین ہے پھر تو کیا چاہتا ہی

عرض کی کہ میرے گناہ اُسکو اُٹھانا چاہیئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا

کہ وہ بڑا دن ہی کہ جس دن لوگ اس بات کے محتاج ہونگے کہ کوئی انکا بوجھ اُٹھا لے۔ پھر آپ فرمانے لگے کہ پھر اللہ

تعالےٰ نے اُس مظلوم سے ارشاد فرمایا کہ تو سر اٹھا کے جنتون مین دیکھ۔ عرض کی کہ اے رب چاندی کے شہر اور سونے کے

محل دیکھتا ہون جس پر موتی جڑے ہوے ہین یہ کس نبی یا کس صدیق یا کون سے شہید کے لئے ہین۔ ارشاد ہوا کہ

یہ اُس کے لئے ہین جو اُسکی قیمت دے۔ عرض کی کہ اسقدر قیمت کس کے پاس ہے۔ حکم ہوا کہ تو دے سکتا ہے۔ عرض

کی کہ کسطرح اے میرے رب۔ ارشاد ہوا کہ تیرے بھائی کو معاف کردے تو یہی اُسکی قیمت ہے۔ گذارش کی کہ

مین نے اُسکو معاف کیا۔ حکم ہوا کہ تو اپنے بھائی کا ہات پکڑ کے جنت مین داخل ہو جا۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ و

سلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور باہم صلح کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ بھی قیامت مین مومنین مین صلح کرا دیگا ۱۲

دیکھو چار خلط (حرارت ۔ برودت ۔ رطوبت ۔ یبوست) امزجہ حیوانات مین اکٹھے
جمع ہین اور باوجودیکہ باہم کسقدر مخالف و مغایر ہین ایسی سیکڑون مثالین ہین کون
اسکو بیان کرسکتا ہے (**فائدہ**) بندون سے جامع وہی ہے کہ جسنے آداب ظاہر
اعضا مین اور حقایق باطن قلب مین جمع کئے ہون جسکی معرفت کامل سیرت بھی اچھی
وہی جامع ہے ۔ یا یون کہو کہ جسکا نورِ معرفت نورِ ورع کو نہ بجھائے ۔ اور بصر و بصیرت
مین جمع مشکل ہے اسی سبب سے تم دیکھو گے کہ جو زہد پر صابر ہے اسکو بصیرت کم ہوتی
ہے ۔ اور صاحبِ بصیرت کو صبر کم ہوتا ہے ۔ جامع تو وہی ہے کہ جو بصر و بصیرت
دونون کو جمع کرے (اَلْغَنِیُّ اَلْمُغْنِیْ جل جلالہ) غنی وہ ہے کہ جسکو ہرگز کسی کی حاجت نہو
اور جسکو وہ غنی کردے تو وہ اوس کے غنی کرنے سے بھی غنی مطلق نہین ہوسکتا کیونکہ
وہ بھی آخر مغنی کا محتاج ہوا اسی لئے فرمایا وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۔ (**فائدہ**)
جب خدا کے سوا کسی سے حاجت باقی نہ رہے تو وہی بندہ غنی ہے (اَلْمَانِعُ جل جلالہ) وہ جو کہ
اسبابِ ہلاک و نقصان کو ابدان و ادیان سے دور فرماتا ہی تا اونکی حفاظت ہووے
سابق مین حفیظ کے معنے گذر چکے ہین اس کے سمجھنے سے مانع کے معنے بھی سمجھ مین آجاینگے
(اَلضَّآرُّ النَّافِعُ جل جلالہ) جس سے خیر و شر اور نفع و ضرر ظاہر ہوسکتے ہین ۔ خواہ وہ بواسطہ
ملائکہ و انس و جمادات ہو خواہ بے واسطہ لیکن وہ سب خداوندِ عالم کی جانب منسوب ہے ۔

ہرگز نہ گمان کرتا کہ زہر قتل کرتا اور بنفسہٖ ضرر پہونچاتا ہے۔ اور کھانا سیر کرتا اور غذا اتہہ نفع دیتا ہی یا کوئی بھی مخلوق خیر و شر یا نفع و ضرر کی بنفسہٖ قدرت رکھتی ہے بلکہ تمام اشیاء اُسی کے تابع ہین جس مین جب چاہتا ہی نفع و ضرر پیدا کر دیتا ہی (خلیق ۵

کسکی خوشامد ہم کرین کسکا گلہ کرین		نافع بھی تیرا نام تو ہی ضار ہو گیا

(اَلنُّوْرُ) وہ ظاہر کہ جس سے ہر شے ظاہر ہو گئی۔ اور جب وجود و عدم کا مقابلہ کیا جائے تو لامحالہ وجود کے لئے ظہور ثابت ہوگا اور کوئی تاریکی ظلمت عدم سے بڑہکر نہ ہو گی پہر جو عدم بلکہ امکانِ عدم سے بری ہو اور تمام اشیا کو ظلمتِ عدم سے ظہورِ وجود کی طرف لایا ہو اوسی کا نام نور ہونا چاہئے۔ اِس لئے کہ اُسی کے نورِ ذات سے تمام اشیا پر فیضانِ نورِ وجود ہی۔ وہی نورِ سموات و ارض ہے لِاَنَّ الظَّاہِرَ فِیْ نَفْسِہٖ اَلْمُظْہِرُ لِغَیْرِہٖ یُسَمّٰی نُوْرًا۔ معنی ظاہر مین اس بیان کو دیکھو تو سمجھ مین آجائیگا۔ وہ تعسفات و تکلفات (نور کے معنے منور وغیرہ) کرنیکی ضرورت نہ رہیگی۔ (اَلْہَادِیْ) وہ کہ جس نے اپنے خاص بندون کو اپنی معرفتِ ذات کی اسطرح ہدایت دی کہ بسبب اُس کے

لہ مثال اُسکی اسطرح ہی کہ جب بادشاہ کسی کو خلعت یا عقوبت کا حکم لکہدیتا ہی تو جاہل سمجھتا ہے کہ قلم لکھنے والا کا تابع ہے لیکن عارف سمجھتا ہی کہ وہ کاتب بھی اللہ تعالی کا محکوم ہی۔ کیونکہ جب اُسنے کاتب کو پیدا کیا اور اُسکو قدرت دی اور اُسکے دل مین ایک ارادہ مستقلاً اسطرح پیدا کیا کہ جو رد نہین ہو سکتا تھا تو اوسی نے یہ حرکتِ اصابع و قلم لامحالہ پیدا ہوی خواہ وہ چاہے یا نچاہی بلکہ ممکن نہین کہ وہ نہ چاہے جب حیوانِ مختار کا یہ حال ہے تو جمادات مین تو اسین و انتہے ۱۲

اشیا پر گواہی دینے لگے - اور اپنے عام بندون کو دلائل مخلوق کی ہدایت دی کہ جس کے سبب سے اُسکی ذات پر شہادت دینے لگے (یعنے اُنھون نے خالق سے مخلوق کو پہچانا اور اِنہون نے مخلوق سے خالق کو جانا) **(فائدہ)** بڑے ہادی بندون سے انبیاء علیہم السلام ہین - پھر علما - پھر وہ لوگ جنھون نے سعادتِ اُخرویہ کی مخلوق کو ہدایت دی اور حقیقت مین وہی حق تعالیٰ ہادی ہے جسنے بواسطے انکی زبانون کے راہِ راست دکھائی مخلوق اُسکی تحتِ قدرت و تدبیر مسخر ہے - (اَلْبَدِیْعُ) وہ کہ جسکا مثل ذات و صفات و افعال مین معہود نہ ہو - اور یہ نام مطلق اُسی کے لئے ہی - کیونکہ اُسکو قبل ہی نہین تو پھر اُس کے قبل کون معروف ہوسکتا ہی - جو موجود ہے اُسی کے ایجاد سے ظاہر ہوا اور وہ موجد کے نہ مثل نہ مشابہ نہ مناسب ہی - وہی ازلی و ابدی بدیع ہے **(فائدہ)** جو بندہ کہ ایسی خصوصیت سے (خواہ نبوت یا ولایت یا علم سے) خاص ہوگیا جسکا مثل کسی وقت مین نہ ہو یا اُسی زمانہ مین نہ ہو تو وہ اُسی نسبت کے لحاظ سے جس شے مین یا جس وقت مین کہ وہ منفرد ہے بدیع ہے (اَلْبَاقِیْ) وہ موجود کہ بذاتہٖ واجب الوجود ہے لیکن جب اُسکی نسبت استقبال کے زمانہ سے دی جاتی ہے تو اُسکا نام باقی[1] - اور

[1] پھر باقی وہ کہ زمانۂ استقبال کے لحاظ سے جس کے وجود کی آخر تک انتہا مقدر نہ ہووے تو اُسکو ابدی سے تعبیر کرتے ہین اور قدیم مطلق جسکے وجود ماضی مین کسی اول تک منتہی نہووے تو اُسکو ازلی سے تعبیر کرتے ہین - ہم نے باقی کے معنی جو واجب الوجود بذاتہ کہا ہی سبکو شامل ہی - اور یہ نام بلحاظ زمانے کے ہین - اور حق تعالیٰ تو زمانہ کی پیدا کرنیکے پہلے ہی اور خلق زمانہ کے بعد بھی جس طرح تھا اُسی طرح ہے - ۱۲

زمانۂ ماضی کی نسبت کرتے قدیم کہتے ہین (اَلْوَارِثُ) وہ کہ جو بعد فناء مخلوق کے تمام املاک کا مالک ہی۔ اُسکی جانب ہر ایک کا مرجع و مآل ہے (فقیر کہتا ہی کہ جو بے وارث یعنی یتیم و بیوہ کی خبرگیری کرے تو اُس بندہ کو اس اسم سے حظ مل گیا جسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی۔ آپکی مدح مین ابو طالب کا شعر ہی ؎

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

(اَلرَّشِيْدُ) وہ کہ جس کی تدبیرات درست طور سے بے اشارہ مشیر و بے ارشاد مرشد اُس کی غایت تک پہونچ رہی ہین (فائدہ) ہر بندے کا رشد موافق اُسکی ہدایت کے ہی جو اپنی تدبیرات مقاصد دینی و دنیوی مین کر رہا ہے (اَلصَّبُوْرُ) وہ کہ جو کسی کی جلدی سے قبل وقت فعل مین تعجیل نہین کرتا۔ بلکہ تمام امور کو اندازۂ معلوم سے جاری فرماتا ہے۔

(فائدہ) بندہ کا صبر شدت و تکلیف سے خالی نہین کیونکہ اُسکے صبر کے یہ معنی ہین کہ مقابلہ مین خطرۂ شہوت و غضب کے خطرۂ دین و عقل کو ثابت رکھنا۔ پھر جب دونون مختلف خطرے اسکو کھینچنے لگے تو بندہ خطرۂ مسارعت و اقدام کو دفع کرکے باعث تاخیر کی طرف مائل ہوا تو

لہ اُس دن فرمائیگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ یعنے آج ملک کس کے لئے ہے۔ پھر خود ہی جواب دیگا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ یعنے اللہ واحد و قہار کا ہی۔ یہ موافق گمان اکثر آدمیون کے ہی ورنہ بصیرت والے ہمیشہ یہی مشاہدہ کرتے اور یہی ندا بے صوت و حرف سنتے ہین۔ اور اسکو وہی شخص پاسکتا ہی جس نے حقیقت توحید کو پایا۔ جیسے اول کتاب توکل مین احیاء علوم الدین کے اسطرف اشارہ کیا ہی وہان دیکھ لو ۱۲ لہ وہ گوری رنگ والے جنکے رخ مبارک کے طفیل سے بارش طلب کیا جاتا ہی۔ جائے پناہ یتیمونکی اور جائے پناہ رانڈونکی ۱۲

اسکا نام صبور کہا جائیگا بشرطیکہ باعثِ تعجیل[1] کو مقہور کردے اور مٹا دے۔ **معذرت**۔ ہمنے جو اسامی و صفات کے بعد فوائد و تنبیہات بیان کئے اُسکا باعث قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ ہی۔ اور صوفیہ کے وہ کلمات ہین جس مین اسیطرح اشارات ہین جس طرح ہمنے بیان کیا لیکن اُن اشارات سے کم سمجھ آدمی کچھ معنیِ حلول و اتحاد سمجھ جاتا تھا۔ بھلا ایک عقلمند آدمی اسطرح نہین سمجھ سکتا تو وہ متمایز جو مکاشفات سے مخصوص ہین کس طرح سمجھین گے۔ کیونکہ معانیِ اسماءِ اللہ تعالیٰ کے صفات ہین۔ تو اُسکے صفات ماسوائے حق کے صفات نہین ہو سکتے۔ لیکن اُسکے معنی حاصل ہوتے ہین جو اُن اوصاف کے مناسب ہوتے ہین۔ جیسا کہ کہا جاتا ہی کہ فلانیکو علمِ اُستاد حاصل ہو گیا۔ حالانکہ علمِ اُستاد تلمیذ کو حاصل نہین ہوتا۔ بلکہ اُس علم کے مثل اسکو حاصل ہوگا۔ اگر کسی کا یہ گمان ہو کہ جس طرح ہمنے بیان کیا ہی وہ مقصود نہین ہے تو وہ قطعی طور سے باطل ہے۔ (**تنبیہ**) مشہور روایتِ ابوہریرہ مین وَاحِدٌ ہی لیکن ایک روایت مین واحد کے عوض اَحَدٌ ہے۔ تو دونون مین سے کوئی ایک نام لیجئے تو معنیِ توحید بھی حاصل اور گنتی بھی پوری ہوتی ہے۔ اور یہ میرے خیال مین بہت ہی بعید ہے کہ دونون نام لئے جائین اور اُنکا معنے ایک ہی ہو اور گنتی بھی پوری ہو

[1] چونکہ باعثِ عجلت شان مین حق تعالےٰ کے معدوم ہے تو وہ عجلت سے بھی دور تر ہے اور وہی اس اسم کا مستحق تر ہے بعد نکال دینے اس اعتبار کے جو تناقض مباعث اور مصابرہ بطریق مجاہدہ ہے ۱۲

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب تو[۹۹] دو نام ہیں تو ضرور اون کے مفہومات میں اختلاف ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسم سے مقصود اُسکے حروف نہیں بلکہ معانی مطلوب ہیں۔ اور اسماءِ مترادفہ[۱] میں صرف

[۱] بحث عمدہ مفہومات الفاظ میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض اُس الفاظ کے ہی بعض ہیں یا اُس کے غیر لیکن جب سمجھ میں آئیگا کہ جب معرفت بمعنی غیر اور هُوَ هُوَ ہووے۔ قول ہمارا جو هُوَ هُوَ ہے اُسکا اطلاق تین طرح ہوتا ہے پہلا جیسے قول قائل کا کہ اَلْخَمْرُ هُوَ الْعُقَارُ وَ اللَّيْثُ هُوَ الْاَسَدُ یعنے خمر وہ عقار ہے اور لیث جو ہے وہ اسد ہے۔ یہ قاعدہ ہر ایسی شے میں کہ جو فی نفسہ ایک ہووے اور اُسکے دو اسم مترادف ہووین جن کے مفہوم میں کچھ بھی اختلاف نہ ہووے نہ زیادت کا نہ نقصان کا صرف دونوں کے حرف مختلف ہووین تو جاری ہوتا ہے اور ان جیسے ناموں کو مترادفہ کہتے ہیں دوسرا اطلاق جس طرح قول قایل کا اَلصَّارِمُ هُوَ السَّيْفُ وَالْمُهَنَّدُ هُوَ السَّيْفُ یعنے جو کاٹنے والی ہے وہ تلوار ہے۔ اور جو ہند کی بنی ہوی ہے وہ تلوار ہے۔ یہ اطلاق پہلے سے علیحدہ ہے کیونکہ ان ناموں کے مفہومات مختلف ہیں۔ مترادف نہیں اس لئے کہ صارم سیف بحیثیت قاطع دال ہے۔ اور مہند بحیثیت نسبت ہند سیف پر دال ہے۔ اور سیف کی دلالت دلالتِ مطلقہ ہے کہ ان میں سے کسی شے کا اُس میں اشارہ نہیں۔ تو مترادف اُسیکو کہیں گے جس میں صرف حروف کا اختلاف ہو اور کسی قسم کا زیادت و نقصان میں تفاوت نہ ہو۔ اس دوسری جنس کا نام متداخل رکھنا چاہیئے کیونکہ سیف الفاظ ثلاثہ کے مفہومات میں داخل ہے۔ گو بعض میں اشارہ زیادتی کی طرف ہے تیسرا یہ کہ کہنے والا کہے اَلثَّلْجُ اَبْيَضُ بَارِدٌ فَالْاَبْيَضُ وَالْبَارِدُ وَاحِدٌ وَالْاَبْيَضُ هُوَ الْبَارِدُ۔ یعنے برف سفید ٹھنڈا ہے۔ پھر سفید و ٹھنڈا ایک ہے۔ اور سفید جو ہے وہ ٹھنڈا ہے اور یہ بہت ہی بعید وجہ ہے۔ اور اسکا مرجع وحدت موضوع ہے جو موصوف دو صفتوں سے ہو۔ معنے اُس کے یہ ہین کہ ایک ذات ہے جو بیاض و برودت سے موصوف ہے خلاصہ یہ کہ هُوَ هُوَ اُس کثرت پر دلالت کرتا ہے جس کے لئے من وجہٍ وحدت ہے۔ اگر وحدت نہ ہوتی تو کس طرح یہ کہنا ممکن ہوتا کہ هُوَ هُوَ وَاحِدٌ اور جب کثرت نہ ہو تو هُوَ هُوَ ہی صحیح نہ ہو کیونکہ وہ دو شے

حروف کا اختلاف ہوتا ہی۔ اور ان اسما کی فضیلت اسی سبب سے ہی کہ اُن مین معانی ہین۔ اور جب معانی سے خالی ہون گے تو صرف الفاظ ہی باقی رہ جائینگے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۵) کی طرف اشارہ ہے غرض ہماری یہ کہ اسمارِ الٰہی بہت ہین لیکن مترادف ہنین اور باعتبار مذہب اہل سنت کے ان کا مرجع ایک ذات اور سات صفات کی طرف ہے۔ اگرچہ صفات سات ہین لیکن کثرتِ افعال و کثرت سلوب سے اُسکا حصر مشکل ہے مگر اُسکا مجموعہ دس قسم مین ہے پہلی قسم جو ذات پر دال ہو مانند اسمِ اللہ کے اور اُسی سے قریب اسمِ حق ہے جب اُس سے ذات بحیثیت واجب الوجود ہونے کے مقصود ہو دوسری جو ذات پر مع سلب کے دال ہے۔ مثل قدوس۔ سلام۔ غنی۔ احد اور اُسکے مانند۔ قدوس سے وہ شے مسلوب و منفی ہے جو خیال و وہم مین آئے سلام سے عیوب مسلوب ہین۔ غنی سے حاجت مسلوب ہے۔ احد کا نظیر مسلوب ہے تیسری وہ نام جسکا مرجع ذات مع اضافت ہے مثل علیؓ و عظیم کے علی وہ ذات جو سب ذات سے بلند ہے عظیم ایسی ذات پر دال ہے جو حدود و ادراکات سے متجاوز ہے۔ دیکھو ان دونون مین اضافت و نسبت موجود ہے (پہلے مین ذات دوسرے مین ادراکات) چوتھی وہ جسکا مرجع ذات مع سلب و اضافت ہے مثل مِلک و عزیز کے اس لئے مِلک ایسی ذات پر دال ہے کہ جو کسی شے کی محتاج نہ ہو اور ہر شے اُسکی محتاج ہو۔ اور عزیز وہ ذات جسکا نظیر نہین۔ اور اُسکی طرف سخت ضرورت پڑتی اور اُسکا پانا نہایت ہی مشکل ہے پانچوین وہ جسکا مرجع صفت ہے جیسے علیم و قادر و حی و سمیع و بصیر چھٹی وہ جسکا مرجع علم مع اضافت ہے مثل خبیر و محصی کے کیونکہ خبیر ایسے علم پر دال ہے جو اشرف معلومات کی طرف مضاف ہی اور محصی ایسے علم پر دلالت کرتا ہے کہ جو معلومات کو احاطہ کرلے اور اُسکو تفصیل وار گن لے ساتوین وہ جسکا مرجع قدرت مع زیادتِ اضافت کے ہے مثل قوی و متین و قہار کے کیونکہ قوت تمام قدرت ہے اور متانت اُسکی شدت ہے اور قہر قوت کا بطور غلبہ کے مقدورین مین اثر کرنا ہے آٹھوین وہ جسکا مرجع ارادہ مع فعل و اضافت کے ہے مثل رحیم و رؤف و ودود کے اس لئے کہ رحمت کا مرجع ایسا ارادہ ہے جو قضاءِ حاجت

اسی لئے جب دونام قریب المعنی آئین جیسے غنی اور ملک تو اسطرح اظہار فضیلت ہو کہ جو ایک لفظ جس پر دال ہے دوسرا اسپر دلالت نہ کرے۔ اور جو ہم سے دونون کے معانی مین وجہِ فرق شانِ الٰہی کے لحاظ سے مشکل ہووے تو ہمکو اصلِ افتراق مین شک کرنا نہ چاہئے جیسے عظیم وکبیر گوان دونونکا وجہِ فرق باعتبارِ شانِ الٰہی ہم پر مشکل ہے اور اُسکا سمجھنا دشوار ہے لیکن ہم اصلِ افتراق مین شک نہین کرتے اب رہی یہ بحث کہ اخلاقِ الٰہی سے جب بندہ متصف ہوگا تو معاذ اللہ اُس کے مشابہ ہوجائیگا یہ خیال بالکل غلط ہی کیا کسی وصف مین[۱] بندہ خلقِ الٰہی سے متصف ہوتا ہی مشابہ نہین ہوتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۶) محتاج کی طرف مضاف ہووے۔ اور رافت شدّتِ رحمت ہے اور ودود کا مرجع وہ ارادہ ہی جو احسان وانعام کی جانب مضاف ہووے نوین وہ جسکا مرجع صفاتِ فعل ہے جیسے خالق وباری اور اُسکے نظایر۔ دسوین وہ جسکا مرجع دلالتِ فعل پر مع زیادتِ اضافت کے ہے مثل مجید ولطیف کے کیونکہ مجید وسعتِ اکرام پر مع شرفِ ذات دلالت کرتا ہے۔ اور لطیف فعل پر مع رفق ونرمی دال ہے۔ غرض یہ اسماءِ پاک اور جو اس کے سوا ہین انھین دس قسم مین داخل ہین۔ سو تمکو چاہئے کہ جسقدر ہم نے بیان کیا ہے اسی پر دوسرون کو قیاس کرو۔ یہ بیان ایسا ہے کہ اس مین اسماء مترادف بھی نہین ہوتے باوجود اس کے ان صفات مشہور کی جانب اُنکا مرجع بھی برقرار رہتا ہے ۱۲ [۱] اس لئے کہ حق تعالےٰ نے فرمایا اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِی وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِی۔ دونون مین اسطرح فرق فرمایا جو تفاوت پر دال ہے۔ اگرچہ ہر ایک رداو ازار انسان کے لئے زینت ہین لیکن ردا ازار سے اشرف ہے اسی لئے مفتاحِ صلوٰت اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہے۔ اور علماءِ ذوی فہم کے پاس اَللّٰہُ اَعْظَمُ اُسکے قایم مقام نہین ہوسکتا۔ اسی طرح عرب بھی استعمال مین فرق کرتے ہین کہتے ہین کہ فلان سے فلان سن مین اکبر ہی اور نہین کہتے کہ سن مین اعظم ہی۔ اگر دونون لفظ مترادف ہوتے تو ایک بجای دوسرے کے ہر ایک مقام مین مستعمل ہوتا۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہین کہ جنس سیف وہند وصارم سے ہی نہ جنس لیث واسد ۱۲ [۲] کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ دو ضد متماثل ہوسکتے ہین حالانکہ دو ضد بعضے اوصاف مین مشارک ہین۔

مشارکت ہونے سے مماثلت واجب ہوجاتی ہے۔ اگر ایسا ہی خیال ہے تو تمام خلق مشتبہ ہوجائیگی کم سے کم وجود مین تو مشارکت ہوجائیگی پھر وہی مشابہت کا وہم ہوگا۔ لیکن خاصیتِ الٰہی تو یہ ہے کہ وہ واجب الوجود اپنی ذات سے موجود ہے۔ جو کچھ کہ امکان مین ہے اُسکو موجود کرنیوالا وہی بلکہ خاصیتِ الٰہی کو اُس کے سوا کوئی نہین پہچان سکتا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنے اللہ کو اللہ ہی پہچانتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہین لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ اسکے یہ معنی ہین کہ مین تیرے محامد تیرے صفات الٰہیت کو احاطہ نہین کرسکتا اور تو ہی اکیلا اُسپر محیط ہے۔ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ سے وقتِ موت پوچھا گیا کہ آپکی کیا خواہش ہے۔ فرمایا چاہتا ہون کہ مرنے کے پہلے اُسکو پہچان لون۔ پھر اب مخلوق کو ملاحظۂ حقیقتِ ذات سے سوای حیرت و دہشت کے اور کیا حاصل ہوگا۔ ہان وسعتِ معرفت اُسکے اسماء و صفات مین ہوتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ ۵۴۷) دونون مین اسقدر بُعد ہے کہ اس سے زیادہ بُعد ممکن نہین۔ باوجود اسکے وہ دونون بہت سے اوصاف مین مشارک ہین دیکھو سیاہی سفیدی سے عرض ہونے مین مشارک۔ رنگ ہونے مین مشارک۔ مدرک بالبصر ہونے مین مشارک اسکے سوا اور امور مین بھی مشارک ہین ۵ بلکہ مماثلت نوع و ماہیت مین مشارکت ہونے سے مراد ہے۔ گھوڑا کیسا ہی کیون نہ ہشیار ہو انسان کے مثل نہین ہوسکتا کیونکہ وہ نوعین مخالف ہین ہان کیاست مین مشابہ ہوگا جو ماہیت متقومۂ ذات انسان سے خارج ہے ۱۲

ملہ ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز ہونا ادراک ہے ۱۲

اسی سے تفاوتِ[۱] مراتب ہی۔ جو لَا اَعْرِفُ[۲] اِلَّا اللہَ کہتا ہی وہ سچا ہی اور جو لَا اَعْرِفُ[۳]
اللہَ کہتا ہی وہ بھی صادق ہی لیکن حیثیات[۴] مختلف ہین۔ اگر کوئی کہے کہ حقیقتِ ذات کی

[۱] تم اس تفاوت کو ایک مثال سے سمجھو وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی مثلاً امام شافعی کو انکا دربان جانتا ہی۔ اور مزنی جو آپکے شاگرد ہین وہ بھی جانتے ہین لیکن دربان اسیقدر جانتا ہی کہ آپ شرع کے عالم اور لوگون کو اللہ کی راہ دکھانیوالے تھے اور مزنی کی معرفت اس دربان کی معرفت سے بڑھی ہوئی ہے۔ بلکہ دونون معرفتون مین کچھ بھی نسبت نہین کیونکہ انکی معرفت صفات و معلومات پر تفصیل وار محیط ہے۔ اسیطرح معرفتِ الٰہی مین تفاوتِ خلق کو سمجھنا چاہیئے۔ جسقدر کہ جس کو اس کے معلومات و عجائباتِ قدرت اور ملک و ملکوت سے بدائعِ آیاتِ دنیا و آخرت مین منکشف ہونگے اوسیقدر معرفتِ الٰہی زیادہ ہوگی۔ [۲] یعنے مین اللہ کے سوا کسی کو نہین پہچانتا [۳] یعنے مین اللہ کو نہین پہچانتا۔ [۴] یعنے نفی و اثبات معاً صادق نہین ہو سکتے۔ ہان جب وجہِ کلام مختلف ہو تو انکا صدق ممکن ہے مثلاً کسی نے کسی سے کہا کہ تم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہچانتے ہو تو اُسنے جواب دیا کہ اُن کو کون نہین پہچانتا ایسا بھی کوئی ہے کہ جو باوجود اسقدر شہرت کے آپ کو نہ جانتا ہو۔ منابر پر انکی ثنا ہوتی ہے۔ مساجد مین آنحضرت کا ذکر ہے۔ زبانون پر آنحضرت کی تعریف و توصیف ہے۔ تو یہ قایل صادق ہے۔ اسیطرح ایک دوسرے شخص سے کہا جائے کہ تم انکو پہچانتے ہو تو اُس نے کہا کہ میرا یہ رتبہ کہان جو انکو پہچان سکون۔ افسوس افسوس صدیق کو اُن کے جیسا صدیق ہی پہچانیگا یا جو اُن سے بڑھکر ہے۔ مجھ کو دیکھو اور انکی معرفت کا دعوےٰ۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہی ہان میرے جیسے لوگ انکے نام و صفت کو صرف سن لیتے ہین معرفت کا دعوی محال ہے تو یہ شخص بھی سچا ہی اور اسکے لئے بہی ایک وجہ ہی جو بلحاظِ تعظیم و تکریم بہت ہی قریب ہے اور بہت ہی سچ ہی کیونکہ حقیقت مین اسنے نہین پہچانا۔ معرفتِ شئے وہی ہی جو حقیقت و ماہیت کو لیسکے پہچانتے اُن نامونکی معرفت جو اُس کے لئے ہین۔ اسی کے قریب قریب اُن دو قولونکو سمجھو جو ایک کہتا ہی کہ مین خدا کو جانتا ہون اور دوسرا کہتا ہی کہ مجھے اسکی معرفت نہین۔ اب ہم ایسی پُرموج دریا مین غوطے لگا رہی ہین کہ جسکا کنارہ نہین اور ایسے اسرار عام طور سے بیان کرنا بھی نہ چاہیئے اور جب یہ عارضی باتین ہین مقصودِ اصلی نہین تو ہم اپنی زبان کو روک لیتے ہین ۱۲

معرفت تو محال ہے تو معرفتِ اسمار و صفات حقیقی اور پوری طور سے ممکن ہوگی ہم کہتے ہین کہ یہ بھی کامل و حقیقی طور سے سوائے خدا کے کسیکو حاصل نہین بلکہ نبی کو سوائے نبی کے کوئی نہین پہچان سکتا اور جس کو منصبِ نبوت نہین وہ صرف اُسکا نام پہچانتا ہے اور سمجھتا ہی کہ نبوت ایک ایسی خاصیت انسان کے لیے ہوتی ہی جس سے وہ غیر نبی سے جدا ہوجاتا ہی (**تنبیہ**) اس بیان مین کہ اللہ تعالیٰ کے نام بلحاظِ توقیف انھین ننانوے نام مین منحصر نہین بلکہ دوسری روایتون مین اور نام بھی آئے ہین جیسے قاہر اور منعم اور قرآن مجید مین بھی ہین جیسے مولیٰ۔ نصیر۔ غالب۔ قریب۔ رب۔ ناصر۔ بعضے اضافی طور سے

اسمائے الٰہی ننانوے نام مین منحصر نہین

لہ مثلاً ان پیٹ کے اندھے یا بہرے کو بصارت و سماعت کس طرح سمجھ مین آئیگی اسی طرح حال نبوت کا بلکہ جنت کی لذتونکا ہی۔ جب تک ذوق نہ حاصل ہو سمجھنا دشوار ہے اسی سبب سے حدیث مین آیا ہی کہ نہ آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا نہ بشر کے دل پر بھی اسکا خطرہ نہین گذرا تو معرفتِ معانی اسمارِ الٰہی بطورِ مکاشفہ و مشاہدہ حاصل ہونا سب سے اعلےٰ درجہ ہی۔ ایسے دلائل سے اونکا وضوح و ظہور ہوتا ہی کہ جس مین خطا جایز نہین ہوتی اور عارف کو انکشافِ اتصافِ اللہ سبحانہ کا اون اسماو صفات سے اسطرح ہوتا ہے جو قایم مقام یقین کے ہے لیکن یہ اُسی انسان کو حاصل ہے جسکو صفاتِ باطنی سے مشاہدہ باطنی حاصل ہے اور بہت ہی بڑا فرق ہے اُس مین اور اُس اعتقاد مین جو اساتذہ اور آبار سے بطور تقلید سیکھا تھا گو دلائل کلامیہ سے مستند ہو۔ اور جو اُس مقام پر نہین پہونچا ہے تو وہ اپنے صفاتِ نفس پر خدا کے صفات کو قیاس کرتا ہے۔ خدا کے صفات اس سے پاک و مقدس ہین کہ وہ ہمارے صفات سے متشابہ ہوویے وہ سمیع ہے لیکن ہماری طرح سماعت نہین وہ بصیر ہے لیکن ہماری طرح نہین تو یہ معرفت قاصر ہے جس مین ایہام و تشبیہ ہے تو ان لوگونکو چاہئے کہ مشارکتِ اسمی سمجھین اور مشابہت کی بالکل نفی کرین ۱۲

جیسے غَافِرُ الذَّنْبِ۔ قَابِلُ التَّوْبِ۔ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ لیکن ننانوے نام کی
شرح اس لیے کی کہ یہی روایت مشہور ہی۔ اور اُسی کے احصا سے آدمی دخول جنّت کا
مستحق ہوتا ہی۔ اور بعضے روایتون مین حفظ کرنا ہی کیونکہ حفظ مین زیادہ مشقت ہے۔
(**تنبیہ**) اس بیان مین کہ اسمار و صفات الٰہی توقیفی یعنے ٹھہرائے ہوئے ہین یا بطور
عقل جائز ہین۔ **قاضی ابو بکر** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ جائز ہین لیکن وہ نام کہ جسکی
شرع نے اجازت نہ دی ہو یا جس کے معنے خداوند عالم پر محال ہون۔ اور جس مین
کوئی مانع نہ ہو تو اُسکے جواز مین کیا کلام ہے **شیخ ابو الحسن اشعری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
کہ یہ توقیف پر موقوف ہین یعنی جس کی شرع نے اجازت دی ہی اُنھین ناموں کا اطلاق
اللہ سبحانہ کے حق مین جائز ہے اُس کے سوا نہین۔ **ہمارا مختار** یہ ہے کہ اس مین
تفصیل ہے۔ جن ناموں کا مرجع اسم ہے وہ اذن پر موقوف ہین۔ اور جن اسمار کا مرجع
وصف ہی وہ اجازت پر موقوف نہین۔ بلکہ جو صادق ہین اُسکا اطلاق ہوگا۔ کاذب کا
نہین۔ **دلیل** اباحتِ وصف کی یہ ہے کہ وصف ایک امر سے خبر دینا ہی۔ اور خبر صدق
و کذب کی جانب منقسم ہوتی ہے۔ اور شرع دال ہے کہ اصلی طور سے کذب حرام ہی لیکن
کسی عارضی سبب سے۔ اور صدق مباح ہی مگر کسی عارض سے تو جسطرح ہم زید کے
حق مین کہتے ہین کہ وہ موجود ہے اسی طرح شان الٰہی مین بھی کہہ سکتے ہین کہ وہ

اسما اذن پر موقوف ہین صفت نہین

موجود ہے خواہ شرع مین آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ ہان جس وصف مین کسی قسم کا نقصان
ہو تو وہ شان الٰہی مین ہرگز نہین کہہ سکتے۔ اور اسی طرح جب ہم اسکو پکارینگے تو
اسماء حسنٰے سے ہی ندا کرینگے جس طرح کہ ہمکو حکم ہوا ہے۔ اور جب صفات[1] سے پکارنا
ہوگا تو مدح و جلال کے صفات سے ندا کرینگے۔ یون نہ کہینگے کہ یا موجود۔ یا محرک
یا مسکن۔ بلکہ اسطرح کہینگے یَامُقِیْلَ الْعَثَرَاتِ۔ یَامُنْزِلَ الْبَرَکَاتِ۔ اور جو اسکے[2]
مثل ہون۔ ہان جو کوئی پوچھے کہ محرک و مسکن اشیا کون ہے تو ہم کہینگے کہ وہی
اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم افعال و اوصاف مین توقف نہ کرینگے کیونکہ اس مین خاص طور سے
اذن کی ضرورت نہین۔ بلکہ شرع مین صدق کا اذن مل چکا اور سچ بولنے کی اجازت ہے
اسلئے ہم کہہ سکتے ہین کہ اللہ تعالیٰ ہی موجود و موجد و مظہر و مخفی و مسعد و متقی و مغنی ہے
لیکن عارف و عاقل و فطن و ذکی اور جو اسکے مثل ہون اُسکے حق مین کہنا جائز نہین
کیونکہ اُس مین ایہامات[3] ہین اور جس مین کسی قسم کا بھی ایہام ہو وہ جائز نہین۔

[1] مثال اسکی بلا تشبیہ سمجھو کہ جب ہم انسان کو پکارتے ہین یا تو اُسکے نام سے یا ایسی صفت سے کہ جو صفات مدح
سے ہو جسطرح یا شریف۔ یا فقیہ کہتے ہین۔ اور یا طویل۔ یا ابیض نہین کہتے مگر یہ کہ جب حقارت منظور ہو
ہان جب کبھی اُس کے صفات پوچھے تو کہینگے دراز قد ہے۔ کالا رنگ ہے اُسوقت بھی وہ صفت نہ بیان کرینگے کہ جو اسکو
اطلاع ہو تو اُسکو برا معلوم ہو حاصل سبب برا معلوم ہونا ہی اور جس صفت مین نقصان ہوگا وہی بری معلوم ہوگی ۱۲ [2] اے
لغزشون مین سنبھالنے والے۔ اسے برکات کے اُتارنے والے ۱۲ [3] عاقل ایسا نام ہے کہ شرع نے جس کی اجازت

مگر اذنِ شرع سے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ مترجم کہتا ہے کہ للہ الحمد کہ یہ رسالہ بطورِ اختصار ختم ہوا اور کہین عبارت مین تقدیم وتاخیر بھی ہوی آجکل کے کچّے صوفی پکّے ملحد اسامی مرتبۂ الوہیت مثلاً اللہ ورحمٰن وغیرہما کو مراتبۂ کونیۂ عبدیت ومخلوقیت پر اطلاق کرتے ہین جو عین کفر ومحض زندقہ ہے ۔ اور اسامیِ مخصوصۂ کونیۂ کو مرتبۂ الٰہیۂ پر اطلاق کرتے ہین جو غایتِ محالات ونہایتِ خذلان ہے ۔ **پروردگار** تیرے اسماءکے معانی وشرح مین ہر عقلمند حیران ہے ۔ صفاتِ ربوبیت کا سلوک کب طاقتِ انسان ہے ۔ ہمنے اپنی کم فہمی سے جو کچھ بیان کیا اُسپر مواخذہ نہ کر ۔ بلکہ اپنے نورِ معرفت سے ہمین اسطرح منور کر کہ حدیث کُنْتُ سَمْعَهٗ کے مصداق بنجائین اور تیرے پاس قلبِ سلیم لیکر آئین ع ورنہ کہان ہم اور کہان تیری عالی جناب مَا لِلتُّرَابِ وَلِرَبِّ الْاَرْبَابِ ۔ **جامی** رحمۃ اللہ علیہ

ہر چند کہ جانِ عارف آگاہ بود	کے در حرمِ قدسِ تو اش راہ بود
دستِ ہمہ اہلِ کشف وارباب شہود	از دامن ادراکِ تو کوتاہ بود

جب توحید کا بیان ہوا کہ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یعنے خدا کے سوائے کوئی بھی پرستش کے قابل نہین اوسی کے لئے پاک نام اور اچھی صفتین ہین یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۲) نہین دی اور اُس مین وہم یہ ہوتا ہے کہ عاقل وہی ہے کہ جسکو معرفت لِلعقا یعنے تمتع ہو۔ اُسی سے کہا جاتا ہے عَقَلَهٗ عَقْلُهٗ یعنی اُسکی عقل نے اُسکو منع کیا ۔ اور **فطنت وذکا** جو مدرک سے غائب ہے اُسکے ادراک کی سرعت ہے اور یہ شعر مین اور معرفت محکم کی سبقت آگاہ کرتی ہے

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو توحید کے بعد نبوت کا بیان ہی اور خود توحید کا مسئلہ اس سے بخوبی
ثابت ہوتا ہی جو خدا کی نرالی قدرت اور انوکھی حکمت اور ایک عجیب و غریب خبر کو شامل ہے
اسطرح بیان فرماتا ہی وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ
امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى
فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۘ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ
الْمُقَدَّسِ طُوًى ۘ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۘ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۘ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ
اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ۘ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ
بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۘ اور (اے پیغمبر) کیا تمکو موسیٰ کی بات پہونچی ہی جب اوسنے

هَلْ - استفہام تقریری ہے یعنے بے شک تمکو قصہ موسیٰ علیہ السلام پہونچ چکا ہے اِذْ منصوب بحدیث ہے
یا اُذْکُرْ مقدر ہے نار اوہ نور تھا لیکن اطلاق اللفظ علی ما یشبہ مسماہ کذب نہیں ہے ۔
لِاَهْلِهِ - یہاں اہل سے انکی بی بی صفورا بنت شعیب مراد ہیں اور جمع بطور تعظیم ہے جیسے یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا
طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ - یا بی بی و بچہ و خادم مقصود ہیں - اُمْكُثُوْا - المکث اللبث و الانتظار و بابہ نصر
اٰنَسْتُ - انسہ بالمد ابصرہ - و انس منہ رشدا علمہ - و انس الصوت سمعہ (مختار)
قَبَسٍ النار المقتبسۃ فی رأس عود او فتیلۃ و نحوها (تفسیر نیشاپوری) قَبَسَ منہ
نارًا من باب ضرب و اقتبس منہ ایضا نارا و علما ای استفاد (مختار) عَلَی النَّارِ
و معنی الاستعلاء فی علی النار و هو مفعول ثان لاجد او حال من ذوی هدی ان

لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا ہمزہ ساتھ ضمہ کے وصل میں

اَنِّی ... ساتھ فتح ہمزہ کے ... ہے

آگ دیکھی تو اپنے گھر والون سے کہا کہ ٹھہرو مین نے آگ دیکھی ہے امید ہو کر اوس سے تمھارے
پاس ایک چنگاری سے لے آؤن یا اوس آگ پر راہ کا پتا پاؤن - پھر جب آگ کے پاس آئے تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۴) اهل النار يشغلون المكان القريب منها والمصطلون بها كثيرًا قياما وقعودا فهم مشرفون عليها وان كان المكانان مستويين هُدًى اى ذوى هدى واذا وجد الهداة فقد وجد الهدى - والظاهر انه اراد قوما يهدونه الطريق نُودِيَ عقیدہ
اثباتِ کلامِ الٰہی مین دو فریق ہین - بعضے کہتے ہین کہ وہ کلام نفسی بلا حرف و صوت ہے اور بعضے کہتے ہین کہ وہ لفظی ہے (اور استلزام لفظی حدوث کے لئے کیونکہ بعضے حروف جب تمام ہونگے تو دوسرے پائے جاینگے - یہ اسوقت ہے کہ جب تلفظ کسی آلہ اور جارحہ یعنے زبان سے ہو اور جو بغیر اسکے ہو تو ایک ہی دفعہ پائے جاتے ہین جس طرح چھاپے کے حروف چھاپنے مین ایک ہی وقت نکلتے ہین) اور یہی شہرستانی اور صاحب مواقف کا مختار ہے - اگرچہ اسکی حقیقت ہمکو نہین معلوم کان لم يدق لم يعرف - اور جو لوگ کلام نفسی کہتے ہین تو اُسکا سماع بھی مشکل ہے اسی لئے کہتے ہین کہ وہ تلقی روحانی تھی جس طرح کہ فرشتے کلامِ الٰہی بغیر عضو کے تلقی کرتے ہین پھر روح بواسطہ قوتِ عقل کے قوی نفسیہ پر افاضہ کرتی ہے اور حس مشترک مین بصور الفاظِ مخصوصہ مرتسم کرتی ہے پس بسبب قوتِ تصور کے گویا وہ خارج سے سنتا ہی پھر بیداری مین اسکا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح سونے والا کلام کرتا ہے اور اُس سے بھی بات چیت کی جاتی ہے معتزلہ نے کہا کہ امر فاخلع وجودِ موسےٰ کے وقت ہوا تو وہ حادث ہوگا - جواب دیا گیا کہ ہم اگر امر کو تسلیم بھی کرلین تو وہ ازل سے مستمر ہے یہانتک کہ یہ شخص مامور پیدا ہوا اُس کے امر مین کوئی تغیر نہین جس طرح قدرت ازلیہ مقدور حادث سے متعلق ہوتی ہے ہم تو یہ کہتے ہین کہ موسےٰ علیہ السلام نے کلامِ الٰہی سنا لیکن اُس کے بیان مین توقف کرنا چاہئے اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اُسکی اصل معلوم اور اُسکی کیفیت مجہول ہو طُوًى - بدل یا عطف بیان ہے اِسْتَمِعْ اى اصغ - لِذِكْرِي - لام تعلیل کا اور یا منصوب ہے یعنے میری یاد کے لئے نماز کو قائم کر یعنے تاکہ تو مجھے یاد کرے - یا فاعل ہے یعنے مین نے کتب مین نماز کا ذکر اور اُسکا حکم کر چکا ہون - یا یہ کہ مین تجھکو مدح و

عقیدہ سماعِ کلامِ الٰہی

آواز آئی۔ اے موسےٰ میں تمھارا پروردگار ہوں تو اپنی نعلین اُتار ڈالو۔ (کیونکہ تم

طوی (نام کے) پاک میدان میں ہو۔ اور میں نے تمکو (پیغمبری کیلئے) پسند کرلیا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۵۔) تنا سے یاد کروگا یا لام وقت کے لیئے ہے یعنے لِاَوْقَاتِ ذِکْرِیْ جس سے مراد اوقاتِ نماز ہے۔ یا مراد نماز کا یاد کرنا بعد اُس کے نسیان کے ہے۔ شاید مضاف محذوف ہے یعنے لِذِکْرِ صَلٰوتِیْ یا یہ کہ یاد صلوٰۃ یاد حق ہے مسئلہ حنفی مذہب میں قضا نمازوں میں ترتیب واجب ہے جب تک کہ ایک رات دن کے نمازوں سے زائد نہ ہو جائیں یہان تک کہ اگر وقتی نماز میں وہ قضا یاد آجائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے ہان جو وقت تنگ ہو تو باطل نہیں ہوتی حنبلی مذہب میں قضا کو ترتیب سے فی الفور پڑھنا واجب ہے قضا کے ہوتے ہوئے نفل صحیح نہیں ان نفل معتد جیسے روز کی سنتیں اور وتر کیونکہ وہ فرض کے تابع ہیں اگر قضا پڑھنے میں ادا کا بہتر وقت فوت ہوتا ہے تو قضا کی فور و ترتیب جاتی رہتی ہے کیونکہ ادا کے ترک میں قتل کرنا ہے بخلاف قضا کے۔ اگر قضا نمازوں کی ترتیب بھول گیا (جیسے ظہر و عصر کی قضا اُس پر تھی تو ظہر کو بھول کر عصر کی قضا کی) یا ادا و قضا میں ترتیب بھول کر ادا پڑھ لیا تو بھی ترتیب ساقط ہوگی کیونکہ نسائی میں ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری اُمت سے خطا و نسیان معاف ہے۔ ترتیب کی جہالت سے ترتیب ساقط نہیں ہوتی نہ سیکھنا یہ اسکا قصور ہے الخ۔ (کشاف القناع) اَلسَّاعَۃَ من الاسماء الغالبۃ للقیمۃ اما لوقوعھا بغتۃ او لسرعۃ حسابھا۔ اَکَادُ اُخْفِیْھَا یعنے قریب تھا کہ میں قیامت کو پوشیدہ رکھوں اور اجمالی طور سے بھی اسکا ذکر نہ کروں۔ لیکن بطور اجمال اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ میں بیان فرمایا تا مومنین کو اعمال صالحہ کا باعث ہو۔ اور امور دنیا کی کچھ پروا نہ ہو۔ اور کفار کو کسی طرح عذر کا موقع باقی نہ رہے اور کہیں یہ عذر نہ پیش کریں کہ ہمیں قیامت کا علم نہیں تھا۔ اسی لئے خدا نے اجمالی طور سے فرمایا کہ قیامت کا ہونا تو ضروری ہے لیکن وقت معین مخفی ہے۔ اگر قیامت نہ ہوتی تو مطیع و عاصی اور محسن و مسئ میں تمیز و فرق نہ ہوتا اور یہ عدالت و حکمت کے خلاف ہے۔ تَسْعٰی۔ سعی اذا عمل و کسب و کذا عدا (مختار) تَرْدٰی۔ ردی ای هلك و ارداه غيره (مختار) اہل تحقیق نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کو اوّلاً۔ اخلع نعلیک یعنی تخلیہ دل از اغیار سے

تو جو کچھ وحی کیجاتی ہے اسکو کان لگا کر سنو۔ مین ہی اللہ ہون میرے سواے کوئی معبود
نہین میری ہی عبادت کرو۔ اور میری یاد کے لئے نماز قایم کرو۔ (کیونکہ قیامت ضرور
آنیوالی ہے۔ اور مین اسکو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہون تاکہ ہر شخص کو اسکی کوشش کا بدلہ دیا جاے
پھر تمکو قیامت سے وہ شخص باز رکھے جو اسپر ایمان نہ لایا ہو۔ اور اپنی خواہش کی پیروی
کی (ورنہ) تم ہلاک ہو جاؤگے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے وہ مدت
پوری کی (جو موسیٰ اور اُن کے خسر حضرت شعیب کے درمیان بکریان چرانے مین قرار پائی
تھی) اور اپنی بی بی کو لیکر چلے (مصر کو جانیکا قصد کیا جسکو چھوڑے ہوے دس برس سے
زیادہ عرصہ گذر گیا تھا) راستہ بھول گئے اور رات سخت جاڑے کی تھی۔ اتنے مین ان کے
لئے آگ بلند ہوی۔ جب اسکو دیکھا تو آگ گمان کیا اور وہ تو نور الٰہی سے تھی۔ اپنے گھر والونکو
فرمایا ٹھہرو مین نے ایک آگ دیکھی ہے۔ اور چنگاری لانا اس لئے فرمایا تا آپکے گھر والے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۶) دل کو پاک کرنیکا اشارہ ہوا۔ اور اس کے بعد شاری تحلیہ کے ہین جسکو حاصل کرنا ضروری ہے اور
اس کے اصول تین ہین (۱) علم مبدا رو وہ ارشاد انی انا اللہ ہے۔ (۲) علم وسط وہ فاعبدنی ہے اسلئے کہ وہ اعمال جسمانیہ پر شامل ہے اور ارشاد
لذکری اعمال روحانیہ پر شامل ہے (۳) علم معاد وہ ارشاد ان الساعۃ اتیۃ ہے۔ [۱] تفسیر ابن جریر یہ تفسیر بڑی معتبر تفسیر ہے مصنف
امام ابو جعفر محمد طبری ہے ۳۱۰ھ تین سو دس مین انکا انتقال ہوا۔ علامہ نووی فرماتے ہین کہ مثل تفسیر طبری کوئی تفسیر تصنیف نہین ہوی۔ ابو حامد
اسفرائینی نے فرمایا اگر کوئی شخص تفسیر ابن جریر کی حاصل کرنیکے لئے چین کا سفر کرے تو کچھ بڑی بات نہین ہے (کشف الظنون) للہ الحمد کہ وہ تیس
جلدین جسکو مصر حیدر آباد اگئی اب یہ فقیر کے پیش نظر ہے۔ ہر حدیث کی سند مصنف نے لکھی ہے لیکن ہم بحذف سند ترجمہ نقل کرینگے جسکو
منظور ہو وہ اصل دیکھ لے۔ [۲] ابن کثیر [۳] ابن کثیر [۴] ابن جریر۔

اُس سے سینکین آو رآگ پر راہ کا پتا ملنا اسطرح سے ہی۔ کہ یا توؑ کوئی راہبر ملکر راہ بتا دیگا۔ یا کوئی علامت و نشانی سے ہم خود پہچان لین گے۔ جوتے اُتار نیکا حکم اس لئیے ہوا تا آپکے قدم کو زمین کی برکت پہونچے (تعظیم محل بسبب تجلی کے تھی) اسی لیے اُس کے بعد ہی اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى فرمایا۔ طوٰیؑ وادی کا نام ہی جب اللہ تعالےٰ لے نے وہ امورِ عظام دکھلائے جیسے درخت سے آسمان کو اُٹھتے ہوے انوار پھر اپنا کلام سنایا۔ پھر اُنپر تکلیفِ رسالتؑ عبودیت ڈالی۔ اور ہیبت ناک امرِ قیامت ذکر فرمایا۔ پھر تہدید عظیم دی تو بعید نہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام متحیر و مدہوش ہو جاتے۔ اب اُنکی حیرت و دہشت دفع کرنے کے لیٔ آدمیون کے طریقہ پر ارشاد فرماتا ہی کہ یہ تمہارے داہنے ہاتھ مین کیا چیز ہی اور یہ بھی ربط ہے کہ جب نبوت دی تو معجزہ بھی ایسا دیا کہ جو ساحرون کے سحر پر غالب آجائے اسی لئے عصا سی سوال فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام فوائد بیان کر چکے تو پھر اپنی قدرت ظاہر فرمایا۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ۝

قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ۝

سلہ ابن جریر عن ابن عباس سلہ ابن جریر عن وہب بن منبہ سلہ ابن جریر عن الحسن و مجاہد سلہ ابن جریر عن ابن عباس وعن مجاہد ۱۲ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ ما اسم استفہامیہ مبتدا۔ تلک اسم اشارہ خبر ہے۔ بیمینک اسم اشارہ سے حال ہے۔ زجاج و فراء نے کہا کہ مقصود اس سوال کا تقریر ہے کہ موسےٰ اقرار کرین کہ یہ عصا ہے اور جب وہ سانپ ہو جائے تو جان لین کہ معجزۂ عظیم قدرت الٰہی ہے بعضون نے کہا کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ماہیاتِ اشیا علم الٰہی مین ہین اور مخلوق کے لئے صرف نام ہین۔ اور ہر شے کی حقیقت جو ثابت ہے وہ بحسب عادت ہے اور اسی پر مدار احکام ہے۔ اور حقیقت سے تو اللہ تعالیٰ ہی علیم ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ تو سوفسطائیہ کا قول ہے جو حقیقتِ اشیا کے قایل نہین بلکہ

20
-22

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا

سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ

اٰيَةً اُخْرٰى ۝ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۝ اور کیا ہے یہ تمھارے داہنے ہاتھ مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۸) اونام کہتے ہین تو جواب یہ ہے کہ وہ تو جملہ اشیا کی حقیقت کے قائل نہین اور ہم حقیقت کا انکار نہین کرتے بلکہ حقیقت و ماہیت کی معرفت سے انکار ہے اور ان دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اَهُشُّ عن عکرمة قال اضرب بها الشجر فیسقط الورق علی غنمی (ابن جریر) و قد ذکر له شواهد هش الورق خبطه بعصًا لیتحات وبابه ردّ (مختار) مَاٰرِبُ جمع المأربة بفتح الراء وضمها الحاجة وکذا الاِرب والاِربة وَالْاَرَبُ بفتحتین (مختار) عن ابن عباس مآرب اُخْرٰى قال حوائج اُخْرٰى (ابن جریر) وله شواهد۔ جواب تو صرف وہ میرا عصا ہے کہنے پر تمام ہوگیا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اس شوق مین کہ اپنے ربّ عزوجل سے باتین کرتے رہین جواب مین طول دیا۔ اور چونکہ مقام مقام انبساط و قرب تھا اسوقت کو غنیمت سمجھکر اس لئے طول بیانی کی تا اس وسیلے سے اپنی غرض حاصل ہو عصا کے منافع بہت ہین چنانچہ نماز کے سامنے سُترہ بنالو۔ جانور کو ہانکو۔ سفر مین قوت ہو۔ چلنے مین اعتماد ہو وغیرہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عصار کھنے والے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین بھی عصار کھتے تھے۔ سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰى قال ابن عباس حالتها الاولی (ابن جریر) وله شواهد۔ اور سبب خوف اس لئے تھا کہ بندہ ظہور قہر و جلال کے آثار سے خائف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شانِ پاک مستغنی ہے تو حقیقت مین یہہ خوف جلال الٰہی کا تھا نکتہ یہہ خوف ایک قوی دلیل موسیٰ علیہ السلام کی صدقِ نبوت پر تھی اس لئے کہ ساحر اپنی بناوٹ سے خوب واقف رہتا اور ہرگز اوس سے خوف نہین کرتا ہے۔ اسی سبب سے جادوگر ایمان لائے اور سمجھا کہ در پردہ فاعل حقیقی کوئی اور ہی ہے اِلٰى جَنَاحِكَ عن مجاهد قال کفه تحت عضده (ابن جریر) حاصل یہ کہ داخل کر اپنے دائین ہاتھ کو اپنے جیب سے پہلو مین بغل کے نیچے

منافع عصا

اے موسٰے (موسٰی نے) کہا یہ میرا عصا ہے میں اسپر تکیہ کرتا ہون اور اُسی سے اپنے بکریون کے
واسطے پتے جھاڑتا ہون اور میرے لئے اس (عصا) میں اور بھی کام ہین فرمایا اُسکو ڈالدو
اے موسٰے تو (موسٰی) نے اُسے ڈالدیا تو جب ہی وہ سانپ بنکر دوڑنے لگا۔ (اللہ) نے
فرمایا اُسے پکڑلو اور مت ڈرو ہم اسکو ابھی اُسکی پہلی حالت پر لوٹا دیتے ہین۔ اور اپنا ہاتھ اپنے
بازو سے ملالو۔ وہ سفید چمکتا نکلے بغیر عیب (یعنے کوڑھ) کے دوسرا معجزہ ہو کر تاکہ ہم تمھین
اپنی بڑی نشانیان دکھائین ۔ اللہ تعالی نے دو معجزے عنایت فرمائے ایک عصا یعنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) جیساکہ دوسری آیت مین وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ ہے من غیر
سُوٓءٍ قال ابن عباس مِن غیر برصٍ (ابن جریر) حسن نے کہا کہ موسٰے علیہ السلام نے نکالا تو وانند
مثل چراغ کے روشن تھا آپ نے جانا کہ مین اپنے رب عزوجل سے ملا ہون (در) اٰیةً ای معجزةً ثانیة حال
من ضمیر تخرج کبیضاء من اٰیاتنا الکبرٰی الی العظمٰی علٰی رسالتِك متعلق بمحذوف علی
انه حال من الکبرٰی والکبرٰی مفعول ثان لنریك والتقدیر لنریك الکبری حال کونھا
مِن اٰیاتنا ای بعض اٰیاتنا ۱۲ لہ مدارج مین لکھا کہ سو راصل مین قبیح بات جو کسی چیز مین ہو اور یہان
برص سے کنایہ ہے جیسے انسانی جسم جسکا چھپانا فرض ہے اس سے کنایہ سوأة سے کرتے ہین اور وجہ
کنایہ یہہ ہے کہ عرب برص کے نام سے بہت نفرت کرتے اور گھبراتے ہین تو کلام بلیغ بلکہ معجز مین کنایہ
الیق ہے اور قرآن پاک کے کنایات سے بہتر کوئی بلیغ نہین لاسکتا۔ روایت ہے کہ موسے علیہ السلام جب
اپنا ہاتھ اپنے جیب مین ڈالکر بائین بغل کے تحت مین لیجاتے اور نکالتے تو مثل برق و آفتاب و مہتاب کے
چمکتا تھا بدون اس کے کہ کوئی مرض ہو اور پھر جب اوسکو اعادہ کردیتے تو ہاتھ کا رنگ مانند سابق کے
ہو جاتا ۔ ۱۲

لاٹھی کو سانپ بنا کر دکھانا اور دوسرے ید بیضاء یعنی ہاتھ بغل میں ڈالکر نکال لینے سے سفید نورانی ہو کر نکلنا جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ معجزات ظاہر فرمائے اس لئے اب فرعون کے پاس جانیکا اسطرح حکم فرماتا ہے اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ۝ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ۝ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ڬ وَلِتُصْنَعَ عَلٰي عَيْنِيْ ۝ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ڛ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ڣ فَلَبِثْتَ

اَشْدُدْ: ابن عامر ساتھ ہمزہ مفتوح کے واسطے متکلم کے اور یہ جواب ہے امر کی یعنی بڑا دوں میں

اَشْرِكْ: ابن عامر ساتھ ہمزہ واسطے متکلم کے یہ بھی جواب امر ہے یعنی شریک کردوں

وزیرًا وزیر و ہارون دونوں اجعل کے مفعول ہیں اور اخی ہارون کا بدل ہے اَزْر الازر القوۃ ازری ای ظہری وازرہ ای عاونہ (مختار) اقذفیه القذف یقال للالقاء و الوضع کقوله تعالیٰ وقذف فی قلوبہم الرعب. مِنّی متعلق بکائنۃ او بالقیت ای احببتك ومن احبه الله احبته القلوب اذ تمشی ظرف لالقیت او لتصنع او بدل من اذ اوحینا علٰی ان المراد وقت متسع (بیضاوی)۔ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا عن ابن عباس اختبرناك اختبارًا و فی روایة عنه ابتلیت بلاءً و عن مجاهد

41 سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۵ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۵ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۵

43 اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۵ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۵ 20

45 فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۵ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ 20

47 اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۵ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۵ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا 20

رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۵ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۱) اخلصناک اخلاصًا (ابن جریر) فتنہ کے معنے خالص کرنے کے ہیں جیسے عرب بولتے ہیں کہ فتنت الذهب یعنے میں نے سونے کو میل سے پاک کیا اور فتنہ کے معنے وہ سختی بھی ہے کہ جس سے آدمی اپنے دین سے پھر جاوے جب اس فتنہ سے سلامت رکھا تو بڑا احسان ہے اور ثواب بھی عظیم ہے قدر القدر بمعنے التقدير و المراد به المقدرة والمعنى انك جئت على وفق الوقت المقدر فيه استنباؤك بلا تقدم ولا تأخر عنه یعنے ہمنے وقت مقدر پر تکو نبی کیا اور اپنا کلام سنایا واصطنعتك اي اصطفيتك و اجتبيتك الاصطناع افتعال من الصنع بمعنى الصنيعة اي جعله محلا لاكرامه باختياره قال القفال اصله من اصطنع فلان فلانًا اذا احسن اليه حتى يضاف اليه فيقال هذا صنيع فلان لنفسي اي لاصرفك في اوامري لئلا تشتغل بغيري ولا تنيا ونا فلان في هذا الامر وعن هذا الامر اذا ضعف و هو يني ونا عن ابن عباس ولا تضعفا في ذكري (ابن جرير) عن السدي فقولا له قولا لينا اي كنياه (ابن جرير) لعله متعلق باذهبا و قولا اي باشرا الامر على رجائكما وطمعكما (بيضاوي) يفرط علينا ان يعجل علينا بالعقوبة من فرط اذا تقدم ومنه فارط القوم و هو المتعجل المتقدم امامهم الى المنزل عن مجاهد ان يفرط علينا قال عقوبة منه وعن ابن زيد يعجل علينا اذ نبلغه كلامك اوامرك واما الافراط فهو الاسراف والتعدي واما التفريط فانه التواني يقال فرطت في هذا الامر حتى فات اذا توانى فيه (ابن جرير)

وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى ۞ اِنَّا قَدۡ اُوۡحِىَ اِلَيۡنَاۤ اَنَّ الۡعَذَابَ عَلٰى مَنۡ كَذَّبَ
وَتَوَلّٰى ۞ فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہوگیا ہے۔ عرض کی کہ اے میرے پروردگار
میرا سینہ کشادہ کر اور میرے لئے میرا کام آسان کر۔ اور میری زبان سے گرہ کھولدے (یعنے لکنت
دور کردے) کہ وہ میری بات سمجھین۔ اور میرے گھر والون مین سے میرے بھائی ہارون کو
میرا وزیر بنا۔ اون سے میری قوت بڑھادے۔ اور اونکو میرے کام مین شریک فرما۔ تاکہ ہم
تیری تسبیح کثرت سے کرین اور تجھکو بہت سا یاد کرین تو ہی ہمکو خوب دیکھ رہا ہے فرمایا اے موسے
تمھارا سوال پورا ہوا (جو کچھ تمنے مانگا تھا تمکو دیا گیا۔) اور ہم تمپر (اسکے پہلے) ایک اور بھی
احسان کرچکے ہین (وہ یہ ہے کہ) جب ہم نے تمھاری ماں کو الہام کیا جو بیان کیا جاتا
ہے کہ اسکو صندوق مین رکھدے پھر اُس (صندوق) کو دریا (یعنے نیل[1]) مین ڈالدے
پھر دریا اُسکو کنارے پر لا ڈالے میرا اور اسکا ایک دشمن (یعنے فرعون) اسے لیلیگا۔ اور
مین نے تجھپر اپنی طرف سی محبت[2] ڈالدی اور تاکہ تم میری آنکھون کے سامنے پرورش
کئے جاؤ۔ جب تمھاری بہن جاکر (فرعون کے لوگون سے) کہنے لگی کہ کیا مین تمکو ایسی
(دایہ) بتاؤن جو اُسکی پرورش کرے ہم نے تمکو پھر تمھاری ماں کے پاس پہونچایا تاکہ
اُسکی آنکھین ٹھنڈی رہین اور وہ غم نہ کھائے۔ اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تو ہم نے

[1] عن السدی فی قوله فی الیم وهو البحر وهو النیل (ابن جریر)
[2] میرے بندون کے پاس تمکو محبوب بنایا (ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ۱۲)

تمکو اُس غم سے نجات دی اور ہم نے تمکو آزمایا تمکو محنت مین ڈالا پھر تم (ڈرے ہوئے نکلے اور
کئی برس مدین کے لوگون مین جا کر رہے۔ پھر اے موسیٰ ایک مقدار[1] (یعنے ہمنے تمکو رسول
بنا کر فرعون کے پاس بھیجا چاہا تھا سو اُسی وقت) پر آئے۔ اور مین نے تمکو خاص اپنے لئے
بنا لیا ہے۔ تم اور تمھارے بھائی میرے معجزے لیکر جاؤ اور میری یاد[2] مین سستی نکرو دونون
فرعون کی طرف جاؤ وہ حد سے گذر گیا ہے۔ تو اُس سے نرم بات کہو شاید وہ سمجھ جائے
یا ڈرے۔ دونون نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم ڈرتے ہین کہ وہ ہم پر
زیادتی کرے یا جوش مین آجائے۔ فرمایا کہ مت ڈرو مین تمھارے ساتھ ہون سنتا اور
دیکھتا ہون۔ سو اسکے پاس جا کر کہو کہ ہم دونون تیرے پروردگار کے رسول ہین تو ہمارے
ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجدے۔ اور اُن کو نستا۔ ہم تیرے رب کی طرف سے تیرے پاس
معجزہ لیکر آئے ہین۔ اور جو ہدایت کی پیروی کرے اُسی کے لئے سلامتی ہے ہماری طرف
وحی بھیجی گئی ہے کہ اُسپر عذاب ہوگا جو جھٹلائے اور منہ پھیرے شرح صدر سے مراد
یہ ہے کہ جس[3] کام کے لئے حکم فرمایا ہے اُس کے لئے میرا سینہ کھولدے اور وہ[4] ہمت و جرأت دے

[1] عن ابن عباس لقد جئت علی میقات یا موسیٰ وعن قتادۃ علی قدر قال قدر الرسالۃ والنبوۃ والعرب تقول جاء فلان علی قدر اذا جاء لمیقات الحاجۃ الیہ (ابن جریر) [2] یعنے میرے ذکر کو تحصیل مقاصد کا واسطہ بنالو اور اعتقاد رکھو کہ کوئی کام میرے ذکر بغیر پورا نہ ہوگا۔ اور اس مین حکمت یہ ہے کہ جو شخص ذکر عظمت و جلال آلٰہی مین ہوگا وہ کب کسیکو سمجھتا اور کب کسی سے ڈرتا ہے۔ اور اُسکی یاد سے روح کو تقویت ہوتی ہے تو پھر مقصود کے حاصل کرنے مین پست ہمت بھی نہین ہوتا
[3] ابن کثیر۔ [4] ابن جریر عن ابن زید۔

کہ مین تیرے سوائے کسی سے خوف نکرون۔ عقدہ سے وہ گرہ[1] مراد ہے کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑی تھی تو اُسنے کہا تھا کہ یہ میرا دشمن ہی تو اُسکی بی بی آسیہ نے جواب دیا تھا کہ وہ بے سمجھ ہے پھر جواہر اور انگارے پیش کیے گئے تھے تو انگارا منہ مین اُٹھا کر رکھ لیا تھا جس سے گرہ پڑ گئی[2] ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہارون علیہ السلام موسےٰ علیہ السلام سے بڑے تھے[3] اور آپ سے فصیح بھی زیادہ تھے اسلیے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ اِن کو میرا معاون بنا۔ اُ نسے[4] میری قوت بڑھا دے۔ میری پشت[5] قوی کردے اور اُنکو میرے کام (یعنی نبوّت و رسالت) مین شریک کردے جسطرح مجھے نبی بنایا ہی اُسیطرح اُن کو بھی نبی بنا کر میرے ہمراہ فرعون کے پاس بھیجدے۔ دوسری قرأت پر یہ معنی ہین کہ مین اُنکو اپنی مشاورت مین شریک کرون اور اس دعا سے مقصود و غرض یہی ہی کہ تا ہم تیری تسبیح بہت کرین اور تیرا ذکر کثرت سے کرین مجاہدؒ نے فرمایا اُسیوقت بندہ کثرت سے ذاکر ہو گا جب کھڑے

[1] ابن جریر عن سعید ابن جبیر وغیرہ پورا قصہ انشاءاللہ آئندہ بیان ہوگا۔ [2] چونکہ عقدہ نکرہ ہے تو اُس سے مراد ایک گرہ ہے اور یہ نہین کہا وَاحْلُلْ عُقْدَةَ لِسَانِي یعنی میری زبان کا عقدہ زایل کردے بلکہ بقدر ضرورت کہ جس سے میرا مقصد لوگونکی سمجھ مین آجاے چنانچہ فرمایا يَفْقَهُوا قَوْلِي اور اگر بالکل زایل ہونیکا سوال کرتے تو سب زایل ہوجاتا۔ لیکن انبیا علیہم السلام بقدر حاجت چاہتے ہین اسیواسطے کچھ رہگیا تھا چنانچہ فرعون سے اللہ تعالیٰ نے حکایت فرمائی ہے کہ اُس نے کہا أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ یعنے صاف بات نہین کہ سکتا ہی (ابن کثیر بزیادت) [3] ابن جریر [4] بدلیل هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا [5] قال ابن زید اشدد به ازری یقول اشدد به امری وقونی به فان لی به قوة (ابن جریر) [6] عن ابن عباس ازری یقول اشدد به ظهری (ابن جریر) [7] ابن کثیر۔

بیٹھے لیٹے اُسکی یاد کرے۔ ایک صوفی فرماتے ہین ؎

چون فراموشت شود یاد دِن آن
ذاکری گرچہ نہ جنبانی زبان

پھر فرمایا کہ تو ہی ہمکو خوب دیکھ رہا ہی یعنے آگاہ ہی کہ ہم اِن عبادات سے تیری ہی رضامندی چاہتے ہین یا ہماری بہتری سے تو ہی واقف ہی جو ہمارے لئے بہتر ہے وہ عطا فرما۔ حکم ہوا کہ جو کچھ تمنے طلب کیا تمھارے پروردگار نے دیا۔ اور ہم نے تو تمپر دوسرے وقت انعام کیا ہے یعنے تمپر تمھارے سوال سے پہلے انعام کرچکے ہین تو بعدِ سوال کسطرح محروم فرمائین گے چنانچہ اِن مین سے آٹھ انعام بیان فرمائے (پہلا) ہمنے تمھاری مان کو وحی[1] کی۔ وحی سے مراد الہام ہے جسطرح حضرت مریم کو ہوا اور نہ عورت مین نبوت کی صلاحیت نہین **عقیدہ** شرحِ[2] عقائدِ نسفی مین ہے کہ الہام دلمین بطریق فیض معنی خیر کے القا ہونیکو کہتے ہین اگرچہ وہ عامۂ خلق کے لئے سببِ حصولِ علم نہین اور اوس مین الزامِ غیر کی صلاحیت بھی نہین لیکن بے شک اوس سے علم حاصل ہوتا ہی اور حدیث مین بھی الہام کا ذکر آگیا ہے جیسے اَلْهَمَنِيْ رَبِّيْ۔ اور سلف کے لوگون سے تو کثرت سے

---

[1] وحی کی جو وحی کیا جاتا ہے یعنے جو نہین معلوم ہوسکتا مگر وحی سے جو وحی کے لائق ہے۔ مَا یُوْحٰی۔ مبدل منہ اور اُسکا بدل اَنِ اقْذِفِیْہِ ۱۲ [2] صفحہ ۱۹ مطبوعہ مطبع علوی تو الظاہر انہ اراد ان الالہام لیس سببا یحصل بہ العلم لعامۃ الخلق ویصلح للالزام علی الغیر والا فلا شک انہ قد یحصل بہ العلم وقد ورد القول بہ فی الخبر نحو قولہ الہمنی ربی۔ وحکی من کثیر من السلف ۱۲

منقول ہی پھر آخر کتاب[1] مین ہی کہ علم غیب ایسا امر ہے کہ خدائے تعالیٰ ہی اُس سے منفرد ہی
بندون کو اُسی کے اعلام و الہام سے بطور معجزہ و کرامت علم غیب حاصل ہوتا ہی اللہ تعالیٰ
نے موسےٰ علیہ السلام کو اُن سکے بچپن کا قصہ اور جو انعام کہ اُن کے والدہ کے ساتھ فرمایا
تھا یاد دلایا جب اُنکی والدہ اُن کو دودھ پلاتی تھین - اور موسےٰ علیہ السلام ایسے
سال پیدا ہوے کہ جس سال بنی اسرائیل کا جو لڑکا پیدا ہوتا وہ فرعون کے حکم سے قتل کیا جاتا
تھا - آپکی والدہ نے ایک چھوٹا صندوق بامر الٰہی بنایا - اور اُس مین اُن کو سلا کر دریائے
نیل مین ڈالدیا فرعون معہ اپنی بی بی آسیہ کے حسب عادت کنارے دریائے نیل کے سیر کرتا
ہوا بیٹھا تھا - جب اُس نے صندوق دیکھا تو اپنے نوکرون کو اُسکے لانیکا حکم دیا - جب لا کر
کھولا گیا تو کیا دیکھتے ہین کہ اوس مین ایک لڑکا ہے - اللہ تعالےٰ نے اُس کے دل مین اُنکی محبت
ڈالدی یہی (دوسرا احسان) ہے کہ قادر قوی نے آپ کو دشمن کے بستر پر اُسی کے کھانے
پانی سے پرورش کیا (تیسرا احسان) یہ کہ تمھاری تربیت بعین اللہ ہو - اور تم میرے

[1] صفحہ (۱۱۲) وبالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ تعالیٰ لا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ اوالہام بطریق المعجزۃ او الکرامۃ [2] ابن جریر عن ابن اسحٰق [3] ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن ابی عمران الجونی (در) [4] ابن جریر عن ابن جریج ۱۲ - اگرچہ کوئی شے اللہ تعالےٰ پر پوشیدہ نہین مگر یہان اہتمام شان مراد ہے - وَلِتُصْنَعَ یعنے تاکہ تمھارے سے صنعت یعنے احسان کیا جائے اور یہ عطف جملہ محذوفہ پر ہے مثل وَفَعَلْتُ ذٰلِکَ لِتُصْنَعَ - عین کو بھی یا صفت قرار دینی چاہئی اور کچھ تاویل نہ کیجئے جس طرح ابن جریر نے قتادہ سے نقل کی کہ انہون نے کہا کہ میرے عین کے روبرو غذا پائے ۱۲ -

آنکھون کے سامنے تھے جب تمھاری مان نے تمکو صندوق مین رکھکر دریا مین ڈالدیا تھا (جو تھا احسان) تمھاری بہن خفیہ طور پر پتا لگاکر فرعون کے پاس جاتی ہے[1] - اور ڈھونڈھی والون سے جو دائی کے تلاش مین تھے (اسلئے کہ آپ نے کسی دائی کا دودھ نہ لیا تھا) کہتی ہے کہ مین تمکو ایسی عورت بتادون جو اسکو اچھی طرح پرورش کرے تو ہمنے تمکو تمھاری مان کے پاس واپس لوٹایا تاکہ اسکی آنکھین ٹھنڈی ہون اور وہ غمگین نہو - غرض[2] آپکی بہن لوگون کیساتھ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی مان کے پاس لائی تو انکا دودھ لیا - پھر دودھ پلانے کی اجرت بھی مقرر ہوئی اسی سبب سے حدیث مین آیا کہ مثال اُس کام کرنے والیکی جو اپنے کام مین ثواب کی نیت رکھتا ہی مثل مادرِ موسیٰ علیہ السلام ہے کہ وہ اپنے بچہ کو دودھ پلاتی اور اجرت بھی لیتی تھی مسئلہ متقدمین حنفیہ کے پاس خالص عبادت پر اجرت لینا جائز نہ تھا لیکن متاخرین نے ضرورت کے لئے جواز کا فتویٰ دیا اور یہی اسوقت بسبب ضعفِ دین کے لائق ہے - تعلیم[3] بھی تین طرق پر ہی ایک[4] صرف ثواب کے لئے جس پر عوض نہ لیوے

[1] بجائے ماضی کے تمثیلِ مضارع کا صیغہ فرمایا اور اُسکا فائدہ یہ کہ تا اُس حالت کی تصویر روبرو کھیچ جائے ۱۲ [2] چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ یعنے ہمنے اسپر تمام مراضع حرام کردے تھے یعنی کسی کا دودھ نہین لیتے تھے [3] ابن کثیر [4] البستان لابی اللیث امام ابوحنیفہ فرماتے ہین کہ تعلیم پر اجرت لینا مطلق جائز نہین اسلئے کہ حدیث ابوداود جو عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ انہون نے اصحاب صفہ مین سے ایک شخص کو قرآن سکھایا تو انہون نے ایکمان ہدیۃً دی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر تمکو یہ خوشی ہے کہ اسکے عوض آگ کا طوق پہنایا جائے تو اسکو قبول کرلو - جو جائز رکھتے ہین وہ یہ جواب دیتے ہین کہ اس حدیث کی سند مین مقال ہے - اور جب انہون نے شرعًا تعلیم کی تھی تو ثواب وہ کسی شے کے مستحق نہ تھے - پھر اب جو بطور عوض انکو ہدیہ دیا گیا تو کس طرح انکو لینا جائز ہوگا بخلاف اُس شخص کے جو قبل تعلیم اسکی اجازت سے اُس کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے (اتقان)

دوسرے[1] اجرت سی تیسرے[2] بغیر شرط کے تعلیم دے اور جب ہدیہ بھیجے تو قبول کرلے پہلا عمل یاجوج ماجوج اور انبیا علیہم السلام کاوہی عمل تھا۔ دوسرا مختلف فیہ ہے تیسرا بطور اجماع جائز ہے۔ ردّ المحتار[3] مین ہے کہ جو ہدیہ بسبب حکومت کے ملے وہ حرام ہے ہدیہ پر ہی موقوف نہین بلکہ جسکا ہدیہ لینا جائز نہیں اُس سے قرض لینا یا کوئی شے مستعار لینا اور ہر قسم کا فائدہ اُٹھانا حرام ہے۔ اسکی اصل بخاری مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صدقہ پر عامل بنایا جب وہ آیا تو کہنے لگا یہ میرا اور یہ تمھارا ہے۔ آپنے فرمایا کہ کیون یہ اپنے باپ یا ماں کے گھر مین نہین بیٹھا پھر اُسوقت دیکھتا تھا کہ یہ ہدیہ اُسکو بھیجا جاتا یا نہین۔ بخاری مین ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین ہدیہ ہدیہ تھا اور آج کے دن تو رشوت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسیکو عامل بنایا تھا تو وہ مال لیکر آیا۔ آپنے پوچھا کہ یہ کہان سے تجکو ملا۔ کہا کہ ہدیون کو فراہم کیا ہون۔ فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن کیون اپنے گھر مین نہین بیٹھا اُسوقت ان ہدایا کا انتظار کرتا تھا کہ تجکو کوئی بھیجتا ہے یا نہین۔ پھر اُسکو آپنے لیکر بیت المال مین داخل کردیا۔ عالم اور واعظ کو ہدیہ لینا جائز ہے کیونکہ اُسکے علم کے خیال سے ہدیہ دیا جاتا ہے برخلاف حکام کے کہ اونکو خوف سے دیتے ہین مذہب[4] شافعی مین ہے

---

[1] البحر الرائق صفحہ ۲۸۳ [2] جو بغیر شرط اعانت کے دیا جاتا ہے برخلاف رشوت کے (در المختار) [3] رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۳۰۴ [4] از حاشیہ شرح منہج للعلامہ محمد داؤدی شافعی۔ آخر مین لکھا کہ یہ ہمارے قواعد کے موافق ہے ۔ ۱۲

کہ واعظ اور فتوے دینے والے اور قرآن وعلم سکھلانے والے قاضی کے مثل نہین ہین کیونکہ
انکو الزام لگانے کی اہلیت نہین۔ ہان ان کے لئے بھی یہی اولےٰ ہی کہ اپنے افتاء ووعظ
وتعلیم پہ ہدیہ نہ قبول کرین تا انکا علم خالص خدا کے لئے ہو اور جو ہدیہ ان کے علم وصلاح کے
خیال سے بطورِ محبت والفت بھیجا گیا ہو تو اُسکا قبول کرنا ہی اولےٰ ہے الخ مذہب حنبلی
مین ہے کہ ایسے امور کہ ان کے ادا کرنے والے کے لئے اسلام کی شرط لگائی گئی ہے اور
اور اُن کا نفع فاعل سے متجاوز بھی نہین ہوتا مثل صوم وصلاۃ کے تو اُسپر عطاء واجرت
وجُعالہ لینا جایز نہین۔ اور جسکا نفع متعدی (دوسرے کو پہونچنے والا) ہو مثل اذان وامامت
وتعلیم فقہ وقرآن وقضاء وافتاء اور منتر کے تو اُسپر جعالہ جایز ہے جیسے بغیر شرط لینا جایز ہے

سلہ جعل (نام رکھنا ہے) مال معلوم کا واسطے اُس شخص کے جو اس کے لئے کوئی کام کرے اگرچہ وہ کام مجہول ہو
جیسا یہ کہنا کہ جو مجھے یہ کپڑا سی دے اسکے لئے اسقدر ہے یا مدت پر اگرچہ مجہول ہو جیسے یہ کہنا کہ جو میری زراعت کی
حفاظت کرے یا اس مسجد مین اذان دے تو اسکو ہر مہینے مین اسقدر ہے جعالہ مجہول مین اسلئے جایز رکھا گیا کہ ہر
ایک کو ان دو مین سے فسخ کا اختیار رہے۔ اور جعالہ اجارہ کی ایک قسم ہے اس لئے کہ وقوع عوض مقابلہ مین مثل نفع
کے ہے اور ان باتون مین علیحدہ ہے کہ عامل پر عمل لازم نہین اور کبھی عقد مبہم ساتھ شخص غیر معین کے ہوتی ہے یعنے
جو شخص ایسا کرے اسکے لئے یہ ہے اور جعالہ مین اندازہ مدت وعمل جمع کرنا صحیح ہے مثلاً یون کہنا کہ جو میرے لئے
یہ کپڑا ایک دن مین سی دے تو اسکو اسقدر ہے پس اگر اس کپڑے کو اسی مدت مین لادیا تو جعل (اجرت) کا مستحق ہوا
اور اگر اس مدت مین نہ لادیا تو اُس کے لئے کوئی شے اُسپر لازم نہین بخلاف اجارہ کے۔ جب عامل نے عمل شروع کر دیا
اور جاعل (یعنے کام کروانے والے) نے فسخ کیا تو عامل کے لئے اجرت مثل عمل ہے اور اگر عامل نے قبل تمام کرنے

یعنی ابتداء عمل مین کوئی شرط ہو تو بیت المال مین سے بھی بطور عطا لینا جائز ہے لیکن بطور اجارہ صحیح نہین اور اُس پر اجرت لینا ممنوع ہے (پانچوان احسان) غم قصاص سے تمکو نجات دی (ساتوان) ہم نے تم کو بہت سے فتنون کی آگ مین ڈالا۔ اور آخر تمکو خالص سونا کرکے نکالا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث طویل مین فتنونکا بیان اسطرح ہے (۱) موسےٰ علیہ السلام کا حمل ایسے سال مین ہوا کہ جس سال فرعون لڑکون کو قتل کرتا تھا (۲) لیکن وہ اللہ کے الہام سے تابوت مین رکھ کے سمندر مین ڈالے گئے اور جب وہان سے نکالے گئے تو ذبح کرنے والے اپنی چھریان لیکر فرعون کی بی بی کے پاس ذبح کرنے پہونچے (۳) پھر بی بی آسیہ نے بچا لیا لیکن دودھ نہین پیتے تھے۔ جب آپکی بہن نے کہا کہ ایسے گھرانے کا پتا دون جو اُن کی کفالت کرینگے۔ لوگون نے آپ کو گرفتار کر لیا کہ تجھے یہ خبر کہان سے ہوی شاید تو اُسکو پہچانتی ہے۔ اور اُن کو اس معاملہ مین شک ہوا (۴) موسےٰ کی بہن نے جواب دیا کہ مین اس لئے کہی تھی کہ تا پادشاہی خدمت

(بقیہ حاشیہ صفحہ) عمل کے فسخ کردیا تو اسکے لئے کچھ بھی نہین کیونکہ اسنے اپنا حق آپ ہی گرادیا اور جس چیز پر شرط دی گئی تھی اسکو پوری نہ کی (شرح منتہی وکشاف قناع) ؎ ہم نے بلحاظ ناظرین اس حدیث کا خلاصہ لکھا ورنہ یہ طویل حدیث ہے جسکو نسائی نے سنن کبرے مین روایت کی ہے۔ اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیرون مین ذکر کیا ہے ان سب نے یزید بن ہارون کی حدیث سے روایت کی ہے۔ اور یہ روایت کلام ابن عباس سے موقوف ہے۔ اور مرفوع اسمین سے قلیل ہے۔ اور باقی ابن عباس نے شاید کعب احبار وغیرہ کے بیان سے اسرائیلیات مین سے جسکی نقل مباح ہے لے لیا ہے واللہ اعلم (ابن کثیر)

کرنے سے اُن لوگون کو انعام واکرام کی امید ہے اور میری مان ہے۔ انہون نے چھوڑ دیا پھر آپکی مان جاکر اپنے گھر لائین۔ جب آپ بڑے ہوے تو بی بی آسیہ نے آپ کو بڑے تجمل سے بلا کر فرعون کے گود مین دیا۔ حضرت موسےٰ نے فرعون کی داڑہی پکڑ کر زمین کی طرف کھینچی۔ اُسکے وزرا نے کہا یہ وہی لڑکا ہے جو تجھے قتل کر ڈالیگا۔ فرعون نے جلاد کو بلایا کہ اُسکو قتل کرین (ف) بی بی آسیہ نے کہا کہ یہ نادان بچہ ہے۔ اچھا جواہر اور انگارے منگوا کر اس کے سامنے رکھو۔ اگر سمجھدار ہے تو جواہر لیگا اور جو انگارے لیوے اور جواہر چھوڑ دے تو سمجھ لینا کہ عقلمند بچہ کا یہ کام نہین۔ پھر انگارے و جواہر سامنے پیش ہوے آپنے چمکتے انگارے پکڑ لیا۔ فرعون نے اسکو چھین لیا کہ کہین ہاتھ نہ جل جاے۔ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام جوان ہوے تو ایک اسرائیلی اور ایک قبطی کو لڑتے دیکھا۔ اسرائیلی نے آپ سے فریاد کی اور مدد چاہی۔ آپ نے فرعونی کو ایک گھونسا مارا کہ وہ مر گیا۔ حق سے معذرت چاہی تو معاف فرمادیا۔ لیکن فرعون قاتل کی تلاش مین تھا۔ اتفاقاً موسےٰ علیہ السلام نے پھر اُسی اسرائیلی کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے قبطی سے لڑ رہا ہے۔ پھر اُس نے سابق کی طرح فریاد کی۔ آپ تو اُس فعل سے نادم ہو چکے تھے فرمایا تو بڑا بیہودہ ہے تو اُسنے سمجھا کہ آج کے غصہ مین میری مٹی خراب ہوتی ہے لیکن آپ نے قبطی ہی کو ارادہ کیا تھا۔ مگر اسرائیلی نے خوف سے کہا کہ اے موسےٰ کیا آپ چاہتے ہین کہ آج مجھے قتل کر دین

جیسے کل فرعونی کو قتل کیا ہے۔ وہ دونون تو ایک دوسرے کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لیکن فرعونی نے وہ سنی ہوئی خبر جا کر فرعونیون سے کہدی پھر رفتہ رفتہ یہہ خبر فرعون کو پہونچی۔ اسیوقت فرعون نے جلادون کو بھیجا کہ موسےٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالین وہ لوگ بڑے راستہ سے تلاش کرنے نکلے۔ آپ کے دوستون سے ایک شخص نے کنارہ شہر سے آپکے پاس پہونچکر اس حال سے آگاہ کیا آپ وہان سے نکل کر بے سروسامان شہر مدین کی طرف متوجہ ہوے الخ (**ساتوان احسان**) پھر اے موسےٰ (تم وہان سے ڈرتے ہوے نکلکر) کئی برس مدین کے لوگون مین جا کر رہے۔ اور وہان شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کی۔ پھر تم وقت مقدر پر آئے تا تم سے کلام کرون اور تمکو رسول بناؤن یعنے جب میعاد شعیب علیہ السلام گذرگئی تو پھر تقدیر وارادۂ الٰہی کے موافق تم یہان حاضر ہوے۔ اور وہی اپنے بندون کو جہان چاہتا ہے لیجاتا ہے ؎

ہم کسی راہ سے واقف نہین جون نور نظر	رہنما تو ہی تو ہوتا ہے جدہر جاتے ہین

(**آٹھوان**) یعنے مین نے تمکو اپنے (خاص کام پیغمبری کے) لئے تیار کیا ہے۔ ان سب احسانات کا یاد دلانا ارسال اور بھیجنے کے لئے تمہید ہے اس لئے فرمایا کہ تم اور تمھارے بھائی میری حجتون اور معجزون کو لیکر جاؤ اور میری یاد مین سستی نہ کرو تبلیغ رسالت مین فتور نہ آئے۔ پھر فرمایا کہ تم دونون فرعون کے پاس جاؤ (علیحدہ نہین بلکہ

(ایک ساتھ) اُسنے حد سے تجاوز کیا پھر اُس سے نرم بات کہو۔ **وہبؒ** بن منبہ نے کہا کہ قول نرم یہ کہ اُس سے کہو کہ اللہ تعالےٰ غفور و رحیم ہے۔ اسکی مغفرت بہ نسبت غضب کے زیادہ قریب ہی۔ حسنؒ بصری نے کہا کہ اُس سے ہر طرح کا عذر و شک زائل کردو۔ اور بتلا دو کہ تیرا رب ایک ہے۔ اور تجھے میرے پیچھے ضرور ہی جی اُٹھنا ہے۔ تیرے سامنے بہشت و دوزخ موجود ہے۔ سفیانؒ ثوری نے کہا کہ ابو مرہ جو اُسکی کنیت ہے اُسی سے پکارو۔ (نام نہ لو) خلاصہ یہ کہ اُس سے نرمی اور سہولت کے ساتھ باتین کرنا کیونکہ جو بات نرمی اور دلجوئی کے ساتھ کیجاتی ہے اُسکا اثر بہت جلد ہوتا ہے۔ اور پہلے ہل سختی سے نفرت بڑہتی ہے۔ فضیلؒ رقاشی نے فرمایا اے وہ کہ جو دشمنون کے ساتھ ایسی نظر ملاطفت رکھتا ہے تو جو اُسی سے دوستی رکھے اور اُسی کو پکارے تو اُسپر تیرا کسقدر کرم ہوگا۔ ذوالنونؒ مصری نے فرمایا هٰذَا بِرُّكَ لِمَنْ عَادَاكَ ۔ فَكَيْفَ بِرُّكَ لِمَنْ وَالَاكَ شاید وہ سمجھ جائے یعنے جس گمراہی و معاصی مین مبتلا ہے اُس سے باز رہے۔ اور سیدہی راہ کی طرف پلٹ آئے۔

۱؎ ابن کثیر ۲؎ ابن ابی حاتم (در) ۳؎ عبد الرزاق و ابن منذر و ابن ابی حاتم (در) ۴؎ ابن ابی حاتم (در) (سوال) کیون موسےٰ علیہ السلام کو نرم بات کہنے کا حکم ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ فرمایا (جواب) طبیعت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مین نرمی و رحمت تھی اور طبیعت کلیم علیہ السلام مین شدت تھی (بعضون نے کہا) مشرب حبیب جمال تھا اور مشرب کلیم جلال تو ہر ایک کو حکم ہوا کہ تخلق جمال و جلال دو نون ہونا چاہئے تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ اور اس لئے بھی کہ فرعون بادشاہ تھا اور آپکو پرورش بھی کیا تھا اور نرمی بادشاہون کے لحاظ سے اوفق ہے۔ اور عوام کے اعتبار سے غلظت و شدت بہت ہے (خزائن الحکم)۔

یا ڈسے یعنے ڈرکر طاعت کرے **جب** موسے و ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس
آئے اور جو کچھ انکو حکم تھا اُسکو پہونچایا تو فرعون نے اسطرح پوچھا قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا
يٰمُوْسٰى ۝ بولا کہ اے موسے تم دونون کا پروردگار کون ہے فرعون کا خطاب اگرچہ
دونون بھائیون کی طرف متوجہ تھا لیکن جو اُس نے خاص موسے علیہ السلام کو ندا معین
کرکے اس لئے جواب چاہا تا آپ بسبب لکنت کے جواب نہ دے سکین۔ پھر اُنہیں حاضرین تبعہ
اُرائین۔ اور یہ اُسے معلوم نہ تھا کہ آپ کی زبان کی لکنت دور ہوگئی ہے چنانچہ آپ نے
فرمایا قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ کہا کہ ہمارا پروردگار وہی
جس نے ہر چیز کو اُسکی (خاص) صورت عطا فرمائی پھر راہ دکھائی[1] یعنے جس نے انواع
مخلوقات مین ہر چیز کو اُسکی شکل و صورت اُس کے حال کے لایق عنایت فرمائی۔ پھر اُسے
اُس بات کی معرفت دیدی کہ فلان چیز سے اس طرح فوائد حاصل کرنے چاہئین **جب**
فرعون نے یہ جواب جامع اور حجت قوی مختصر الفاظ مین سنا تو اُسے سخت اندیشہ ہوا کہ مبادا
میری قوم ایسے مدبر اور کارساز معبود کی طرف جھک پڑے اسلئے ایک اور سوال کر بیٹھا
قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝ بولا کہ پہلے قرنون کا کیا حال ہے یعنے گذشتہ قومون کا
کیا حال ہے جنھون نے اُس خدا کی پرستش سے انکار کیا جسکی طرف تو مجھے دعوت کرتا ہے

[1] عن قتادة قال اعطى كل شئ ما يصلحه ثم هداه له (ابن جرير)

آیا ہی کیا اب وہ سعادت مین ہین یا شقاوت مین ۔ موسے علیہ السلام نے مجملاً جواب دیا
قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى ۝ کہا اُن کا علم میرے پرورد گا
کے پاس کتاب مین ہے ۔ نہ میرا رب بھٹکتا ہی اور نہ بھولتا ہے یعنے اسکو اپنے تدبیر و
افعال مین بھول چوک نہین ہوتی ۔ اگر اُن امتون کو جلدی سے دنیا مین ہی ہلاک کیا
تو اچھا کیا ۔ اور جو قیامت تک عذاب کو مؤخر کیا تو وہ بھی بہتر کیونکہ اُسکا ہر فعل حکمت و
صواب ہی ۔ اور کوئی ذرہ اُسکے علم سے غائب نہین ۔ اور بعد علم فراموشی و نسیان بھی نہین
پھر موسے علیہ السلام اپنی اُسی پہلی بات کی طرف لوٹے اور صاف طور سے وحدانیت کے
دلائل ظاہر فرمانے لگے اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا
وَّأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۭ فَأَخْرَجْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝ كُلُوْا وَارْعَوْا
أَنْعَامَكُمْ ۭ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي النُّهٰى ۝ جسنے تمھارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا
اور تمھارے واسطے اُس مین راستے بنا دئے ۔ اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہمنے پانی سے طرح
طرح کی مختلف روئیدگیان نکالین ۔ (اُسمین سے) کھاؤ اور اپنے چارپایونکو چراؤ بے شک اس مین
عقلمندون کے لئے (تمھارے رب کی وحدانیت کے) نشانیان ہین ۔

مَهْدًا ۔ وهو مصدر جعل اسم جنس لما يمهد للصبي اي كالمهد فهو تشبيه بليغ (خفاجي) اخرجنا ۔ كقول خواص الملك امرنا وفعلنا والمراد الملك الخ (خفاجي) شتّٰى عن ابن عباس قال مختلف ۔ اخرجه ابن جرير وابن المنذر وابن ابي حاتم (در) اولي النهى ۔ يعني اهل الحجى والعقول ۔ والنهى جمع نهية (ابن جرير) والنهية بضم النون العقل (خفاجي) اخرج ابن المنذر عن ابن عباس لاولي النهى قال الذي الحجا والعقل (در)

مهادًا ابن كثير و ابو عمرو … عامر سا… ألف … اش معنىً و … ذر نا

یعنے جن لوگون نے شہوات سے اپنے نفس کو پاک کیا وہ سمجھ سکتے ہین کہ زمین ایک
پانی ایک۔ پھر دیکھو قسم قسم کے پیداوار ایک چیز کا رنگ۔ مزہ۔ بود و باش دوسرے کے بالکل
مخالف۔ ایک پتی جو ناکارہ گھاس ہے اگر تمام جہان جمع ہو کر چاہے کہ اُسکے مثل
بناوے یا اُسکا نقص رفع کرے تو ممکن نہین۔ تمام مخلوق ادنےٰ سی پتی مین عاجز ہے
یہ باتین بجز اُس قادرِ مطلق اور مدبرِ عالم کے اور کون کر سکتا ہے۔ چونکہ تمام جہان انسان
کے لئے پیدا ہوا ہی اس لئے جو نباتات و حیوانات کہ انسان کی غذا کئے جاتے ہین
وہ ہلاک نہین ہوتے بلکہ اپنے کمال کو پہونچ جاتے ہین کیونکہ اسکی تسبیح سب سے اعلےٰ
ہی اور روحِ انسانی جامع ہے۔ اور جسم فقط اسواسطے عزیز ہے کہ حصولِ کمالاتِ روح
کے لئے ایک آلہ ہے اسی لئے جسم کو کمالاتِ روح کیلئے تکلیف دینا ضرور ہے
اور جو کمال حاصل ہونیسے پہلے جسم زائل ہو جائے تو بہت افسوس ہے۔ اور یہ یاد
رکھو کہ جس رنگ سے تم خاک مین جاؤگے اُسی رنگ سے اُٹھوگے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ
وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ ہم نے اِسی زمین سے تمکو
پیدا کیا اور اسی مین تمکو لوٹا کر لائین گے۔ اور اسی سے تمکو دوبارہ نکال کھڑا کرین گے
کیونکہ اصل خلقت اوّل اِبا ر (یعنے آدمؑ) کی مٹی ہے۔ اور اُسی سے نطفہ منتقل ہی

۱؎ عبد ابن حمید و ابن منذر عطا سے روایت کی کہ فرشتہ مدفن کی مٹی لاکر نطفہ پر چھڑکتا ہی تو اُسی مٹی سے پیدائش ہوتی ہی (د)

۵۵ ع ۱۲

توہر ایک کی پیدایش تراب سے ہوی اور یہ بھی ہے کہ اوّل موادِ ابدان یعنے نطفہ و
خونِ حیض) گوشت یا نباتات سے ہے اور وہ سب زمین سے ہے۔ جب
فرعون کو کھلی نشانیوں سے فہمایش کی گئی اور اسکا آغاز و انجام بدلائلِ واضحہ بتلایا گیا
اس لئے فرمایا وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ۝ قَالَ اَجِئْتَنَا
لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى ۝ فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ
بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝ قَالَ
مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ
كَیْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

آیت ٥٦ سے آیت ٧٩

سِوًى و ابن کثیر و ابو عمرو ... نے سین کے ... زیر ... پڑھا ہے المعنی ۱۲

كُلَّهَا۔ **فائدہ**۔ زمخشری نے کہا کہ اضافتِ تعریفی مین لام کے تمام معنی جاری ہوتے ہین۔ یہان عہدی لینا چاہئے یعنے وہی نو معجزے جو موسےٰ علیہ السلام کے لئے خاص تھے الخ یا ایسے معجزے جو ضروری تھے جیسے محاورہ مین کہتے ہین کہ مین بازار گیا اور سب خرید لایا یعنے جو میرے لایق ضروریات تھے ١ رْضِنَا اے ارض مصر **مَكَانًا سُوًى**۔ سدی نے کہا مقامِ عدل۔ مجاہد و قتادہ نے کہا کہ تمھارے اور میرے درمیان ہو (یعنے باعتبار راہ کے) عبدالرحمن بن زید نے کہا مقامِ مستوی ہموار جس مین تل و شور نہ ہو اور نہ لوگون سے کوئی چیز پوشیدہ ہو (درمنثور و ابن جریر) **بیضاوی** نے کہا کہ مکانًا منصوب ایسے فعل سے ہے جس پر مصدر (یعنے موعدًا) دال ہے (یعنے عدمکانًا) اور یہ مصدر عامل نہین کیونکہ وہ موصوف ہے (صفت اسکی لانخلفہ ہے) الخ **فائدہ** جب مصدر موصوف یا معرف باللام ہو تو عمل نہین کرتا کیونکہ موصوفیت اور تعریف خواص اسم سے ہے اور جب کوئی ایک خاصیت اسم کی مصدر مین پیدا ہوگئی تو فعل اصطلاحی کی بہت مشابہت سے نکل گیا تو عامل کس طرح بنے گا۔ بہتر تو یہ ہے کہ مکانًا منصوب ساتہ اجعل کے ہے جو معنیٰ عد کو متضمن ہے

فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ

بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۸) پھر یہ حذف و تقدیر کا ارتکاب بھی نہین ہونا (قنوی) **یوم الزینۃ** سعید ابن منصور و عبد ابن حمید و ابن منذر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ وہ یوم عاشورا تھا عبد الرزاق وعبد بن حمید قتادہ سے کہ وہ انکی عید کا دن تھا عبد بن حمید و ابن منذر و ابن ابی حاتم سعید بن جبیر سے کہ بازار لگانیکا دن تھا (در) ابن جریر نے بھی اسی طرح روایت کی - ابن کثیر نے لکھا کہ ان اقوال مین کچھ اختلاف و منافات نہین یعنے ہر سال نوروز کے دن اُس میدان مین بازار لگاتے اور عید کرتے اور زینت و تجمل ظاہر کرتے اور وہ اس سال بروز عاشورا محرم واقع ہوا تھا - اور ایسے ہی عاشورا محرم مین اللہ تعالےٰ نے فرعون کو مع لشکر ہلاک کیا اور موسےٰ کو مع بنی اسرائیل نجات دی جیسا کہ صحیح کی حدیث مین ثابت ہے - **ضُحًى** وقت چاشت یعنے اول وقت سے لوگ وہان جمع ہونے کو روانہ کئے جائین - **فَتَوَلّٰى** یعنے موسےٰ کی طرف سے بجانب اپنے سامان کے منہ موڑا - ابن کثیر نے لکھا کہ شروع کیا یعنے بذات خود متولی ہوکر اہتمام کرنے لگا اور اپنے کید کو جمع کیا یعنے جس سے کید کرے اور مراد ساحرین ہین پھر فرعون اپنے موعد مقرر پر آیا اور لوگ اُس جشن کے دن جمع ہوگئے اور فرعون اپنے تخت سلطنت پر بڑے جلوس سے بیٹھا اور اوسکے وزیرون اور ارکان دولت نے صف باندہی اور رعایا و عوام دائین بائین کہڑے ہوے - اور موسےٰ علیہ السلام دوسری جانب تنہا اپنے بہائی کے ساتہ اپنا عصا ٹیکتے ہوے سامنے آئے اور ساحرون کی بڑی جماعت نے فرعون کے روبرو صف باندہی - اور فرعون انکو ترغیب اور ہر طرح انعام و اکرام کے وعدے دیتا اور کہتا کہ تم میرے مقربین سے ہوجاوٗگے **فَيُسْحِتَكُمْ** عن ابن عباس فيهلككم وعن قتادة يستأصلكم وعن ابن زيد قال يهلككم هلاكا ليس فيه بقية قال والذي يسحت ليس فيه بقية (ابن جریر) **وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى** قتادہ سے روایت ہے کہ جادوگرون نے باہم کہا کہ اگر یہ جادوگر ہے تو ہم اسپر غالب آجائین گے اور جو آسمانی تائید ہوگی تو وہ بازی جیت لیگا - (ابن جریر) **اِنْ هٰذٰنِ** یہ نون مشدد سے

فَيُسْحِتَكُمْ نافع و ابن کثیر و ابو عمرو و ابن عامر و شعبہ ساتہ فتح یا کے ثلاثی مجرد سے دو لغتین سحت المعنی من ۱۲

اِنَّ هٰذٰنِ نافع و ابن عامر و شعبہ و حمزہ و کسائی ساتہ تشدید نون اول کے ۱۲

اِنْ هٰذٰنِّ ابن کثیر ساتہ تخفیف نون اول اور تشدید ثانی کے مع طویل سے ۱۲

اِنَّ هٰذَيْنِ ابو عمرو ساتہ تشدید نون اول اور یا بعد ذال اور نون ثانی مخفف کے اور سب متحد المعنی ہین ۱۲

64 اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝ فَاَجْمِعُوْا
65 كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّآ

(بقیہ حاشیہ صفحہ) مخفف ہوا ہے اور یہ عامل بھی نہین۔ اور اس کے خبر پر لام فارقہ ہے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ مخففہ ہے نہ نافیہ اسلئے کہ اِنْ نافیہ کے بعد لام نہین آتا ہے اور مخففہ کے بعد آتا ہے یا یہ کہ ان نافیہ لیا جاوے اور خبر جو لام ہے وہ بمعنی اِلّا کے ہے اور ابن کثیر نے ھٰذٰنِّ کے نون کو مشدد خلاف قیاس پڑھا ہے۔ تا فرق درمیان اسماء متمکنہ و غیر متمکنہ کے ہووے۔ اور ابو عمرو کی قرارت اِنَّ ھٰذَیْنِ تو لفظاً و معنًا ظاہر ہے (تنبیہ) تمام مصاحف متفق ہوے کہ ھٰذٰنِ کا رسم بغیر یا ہے۔ اور اسی طرح ابو عبید احکام مین روایت کرتے ہین۔ لیکن بصری کے لئے سرخی سے یا شل اور لفظون کے ملحق کرنا چاہیے (غیث النفع) اور رسم الخط کی مخالفت جائز نہین کہ یہ معنی ہین کہ اسی رسم پر لکھا جائے۔ اور تفہیم کے لئے اشارات کرلے۔ اور جس سند سے کہ جسکی روایت پہونچی ہے اسی طرح پڑھے اور باقی قرار اِنَّ ھٰذٰنِ پڑھتے ہین اور یہ لغت بنو الحارث بن کعب وغیرہ کی ہے کہ انہون نے تثنیہ کے لئے حالت رفع و نصب و جر مین الف مقرر کیا اور تثنیہ کا اعراب تقدیری مانا انھین کا شاعر کہتا ہے ؎ ان اباھا وابا اباھا + قد بلغ فی المجد غایتاھا + بجاے غایتیھا کے غایتاھا کہا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى۔ یعنے جس طریقہ اور دین پر کہ تم ہو اسکو بدلنا چاہتے ہین کہتے ہین کہ فلانٌ حسن الطریقة ابن زید نے بھی اسی طرح کہا اور آیت پڑہی کہ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ الخ الْمُثْلٰى۔ تانیث امثل بمعنی افضل ہے جیسا کہ حدیث مین ہے الامثل فالامثل لیکن ابن عباس مجاہد و قتادہ و سدی سے روایات ہین کہ اس کے یہ معنے ہین کہ تمھارے اشراف قوم پر غالب آجائین اور بنی اسرائیل کو اپنے لئے لیجائین۔ کہا جاتا ہے ھو طریقة قومه ونظورة قومه اذا کان سیدھم وشریفھم اور واحد و جمع کو بھی کہہ سکتے ہین تو اسوقت مثلٰی صفت و نعت جماعت کی ہے یا یہ کہ بسبب تانیث طریقہ کے مونث ہے ابن جریر فرماتے ہین کہ اسیکو اختیار کرنا چاہیے لیکن بیضاوی وغیرہ نے اس قول کو قیل سے تعبیر کیا ہے فافہم۔ فَاَجْمِعُوْا باب افعال سے ہے یعنے سب بعزم قوی اتفاق کرو جیسے حدیث ہے مَنْ لَّمْ يُجْمِعْ علی الصوم من اللیل فلا صوم له اور اسی سے اجماع امت ہے کہ کوئی خلاف نکرے[۱۲] صفا۔ ای مصطفین لانه اھیب فی صدور الرائین۔ اِسْتَعْلٰى اے علا

أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ۝ قَالَ بَلْ أَلْقُوا فَإِذَا حِبَالُهُمْ
وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ۝ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ
خِيفَةً مُوسَىٰ ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝ وَأَلْقِ مَا فِي
يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سِحْرٍ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ
حَيْثُ أَتَىٰ ۝ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ
قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ
السِّحْرَ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ

تُخَيَّلُ — ابن ذکوان ساتھ تاء تانیث کے۔

تَلَقَّفُ — نافع وابن کثیر وابو عمرو وہشام وحمزہ وکسائی ساتھ فتح لام وتشدید قاف کے اصل مین تتلقف تھا۔ تاء تانیث محذوف ہوا ۱۲

تَلْقَفُ — ابن ذکوان ساتھ رفع فا کے حال ہے یا استیناف ہے ۱۲

سِحْرٌ — بزیر حمزہ وکسائی ساتھ کسرہ سین اور سکون حا الف حذف کے جادو ۱۲

ءَآمَنْتُمْ — نافع وبزی وابو عمرو وابن عامر وشعبہ وحمزہ وکسائی ساتھ ہمزہ استفہام کے یعنے کیا تم ایمان لائے ۱۲

فَأَوْجَسَ الایجاس ہنا الاخفاء فی النفس والخیفۃ الخوف رازی نے کہا کہ خوف اسوجہ سے کیا کہ انکا سحر بھی میرے معجزہ کے جنس سے معلوم ہوتا ہے تو لوگون پر معجزہ وسحر مین التباس ہو کر پیغمبر پر ایمان نہ لائین گے۔ یا اس جہت سے کہ شاید وحی نہ اترے تو مین خجل ہو جاؤن لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ تم کچھ خوف نہ کرو انک انت الاعلیٰ۔ اس مین بلاغت کے وجوہ تاکید بہت سے ہین (۱) جملہ مستانفہ (۲) اِنَّ حرف تحقیق (۳) تکرار ضمیر یعنے انت (۴) الاعلیٰ خبر کو معرفہ کہا (۵) علو خود غلبہ ظاہر ہے (۶) علو کو بصیغہ اسم تفضیل اعلیٰ فرمایا (بیضاوی) ما فی یمینک یعنی جو تمہاری داہنے ہاتھ مین ہے عصا نہ کہکر مبہم بلحاظ اسکی تحقیر کے فرمایا کہ ان رسیون اور لکڑیون کی کثرت پر نہ خیال کرو اور یہ جو تمہارے ہاتھ مین ایک حقیر لکڑی ہے ڈالکر قدرت الٰہی دیکھو اور یا ابہام عصا کی تعظیم کے لحاظ سے ہے یعنے یہ بڑی بڑی رسیان اور لکڑیان کچھہ بھی نہین ہین تمہارے ہاتھ مین جو مظہر قدرت الٰہی ہے اسکا اثر سب پر غالب ہے اسکو ڈالدو۔ قاعدہ مَا موصوفہ ہو خواہ موصولہ ابہام پر دال ہے کبھی تحقیر کے لئے مستعمل ہوتا ہے اسلئے کہ حقیر کا خیال کیا جاتا تو معروف ومعلوم بھی ہوتا اور کبھی تعظیم کے لئے کیونکہ عظیم اپنی عظمت سے کبھی دائرہ علم سے خارج ہو جاتا ہے (خفاجی)
تَلْقَفْ۔ من لقفتہ بمعنے تلقفتہ ای تبتلعہ بقدرۃ اللہ تعالیٰ (بیضاوی) مِنْ خِلَافٍ۔ خلاف

فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقٰى ۝ قَالُوا لَنْ نُّؤْثِرَكَ
عَلٰى مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا
تَقْضِي هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا
عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ۝ إِنَّهُ مَنْ يَّأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ
جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ وَمَنْ يَّأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ
الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَلَقَدْ
أَوْحَيْنَا إِلٰى مُوسٰى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ

يَأْتِهٖ سوسی ساکن ہا کے ۱۲ | يَأْتِ قالون ہشام ساتھ ... اسکے ... ایک درجہ میں ... خیر اونے ہے۔

ع ۳ ۲۲

أَنْ أَسْرِ نافع و ابن کثیر ساتھ ہمزہ وصل ہو کر کسرہ نون کے پڑھتے ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۱) رخ سے یعنے ایکطرف کا ہاتھ اور دوسرے طرف کا پاؤں ابن جریر نے وہب بن منبہ سے اسی طرح روایت کی بیضاوی نے کہا وھی مع المجرور بھا فی حیز النصب علی الحال ای لاقطعنہا مختلفات ۱۲
فی جذوع۔ شبہ تمکن المصلوب بالجذع بتمکن المظروف بالظرف وھو اول من صلب (بیضاوی) اور علامہ رازی فرماتے ہیں کہ سولی دینا اخبار میں ثابت نہیں۔ لیکن ابن جریر سدی سے روایت کرتے ہیں کہ فرعون نے اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور قتل بھی کیا چنانچہ عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ اول نہار جادوگر تھے اور آخر روز شہدا ہوئے۔ لَنْ نُّؤْثِرَكَ من الایثار ای لن نختارک وَالَّذِي فَطَرَنَا۔ عطف علی ماجاءنا او قسم۔ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى عن محمد بن کعب و محمد بن قیس خیر منک یا فرعون جزاء لمن اطاعہ وابقی عذابا لمن عصاہ و خالف امرہ (ابن جریر) لَا يَمُوتُ فِيهَا فیستریح وَلَا يَحْيٰى حیاۃ مھناۃ ۔ ولکن النفس تتعلق بالحناجر منھم جَنّٰتُ عَدْنٍ حال من الدرجات تَزَكّٰى تطھر من ادناس الکفر والمعاصی (بیضاوی) أَسْرِ من اسری وسری قراءتان ای سر بھم اول اللیل من ارض مصر۔ فَاضْرِبْ۔ الضرب

يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ
مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝ يٰبَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ
الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ وَمَنْ يَّحْلِلْ
عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ
وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ۝

لَا تَخَفْ
حمزہ ساتھ حذف الف اور سکون فا کے جواب امر ہے ۱۲

اَنْجَیْتُکُمْ
حمزہ وکسائی ساتھ تاء ضمیر اور بغیر الف کے بصیغۂ واحد یعنی میں نے تمکو نجات دی

وَوَعَدْنٰکُمْ
ابو عمرو ساتھ حذف الف کے ۱۲

وَوَعَدْتُکُمْ
حمزہ وکسائی بصیغۂ واحد یعنی میں نے تمکو وعدہ دیا۔

رَزَقْتُکُمْ
حمزہ وکسائی بصیغۂ واحد یعنی میں نے تمکو رزق دیا ۱۲

فَیَحُلَّ
کسائی ساتھ ضم حاء کے ۱۲

یَحْلُلْ
کسائی ساتھ ضم لام اولیٰ کے اس کے معنی نزول کے ہیں ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۲) اما بمعنى الجعل او بمعنى اتخذ او بمعناه المشهور واصله اضرب البحر ليصير لهم طريقا. فاوقع الضرب على الطريق اتساعا فهو مجاز عقلي يبسا عن مجاهد وغيره يابسا (در) وهو مصدر وصف به مبالغة - او هو صفة مشبهة كصعب او جمع كصحب لصاحب والمراد بالطريق جنسه فانه جعل لكل سبط منهم طريقا دركا. الدرك اللحوق اى ان لا يدركك فرعون عن ابن عباس لا تخاف من آل فرعون دركا ولا تخشى من البحر غرقا (ابن جرير) واخرجه ابن المنذر وابن ابي حاتم (در) يبني اسرائيل خطاب لهم بعد انجائهم من البحر واهلاك فرعون على اضمار قلنا او للذين منهم في عهد النبي صلى الله عليه وسلم بما فعل بآبائهم لا تطغوا قال ابن عباس لا تظلموا (ابن جرير) فيحل بكسر الحاء اي فيجب عليكم وبضم الحاء قال قتادة فيقع وينزل هما قراءتان لانهم كانوا قد خوفوا المعنيين كليهما (ابن جرير) فقد هوى عن ابن عباس يقول فقد شقي (ابن جرير) واخرجه ابن المنذر وابن ابي حاتم (در) وعن ابن عباس قوله لمن تاب من الشرك وآمن يقول وحد الله وعمل صالحا يقول ادى فرائضي ثم اهتدى يقول لم يشكك (ابن جرير) واخرجه ابن المنذر وابن ابي حاتم (در)

قَالَ هُمْ اُولَاۤءِ عَلٰۤى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝ قَالَ فَاِنَّا
قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى
اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬
اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ۝ قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا
حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى
السَّامِرِيُّ ۝ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا

بِمُلْكِنَا — حمزہ وکسائی سا نے ضم میم کے یعنے بکسرے اپنی قدرت واختیار سے خلاف وعدہ نہیں کیا۔

حَمَلْنَا — ابوعمرو شعبہ حمزہ وکسائی سا نے فتحتین اور تخفیف کے یعنے ہمنے اٹھا لیا۔

السّامری۔ منسوب الی قبیلۃ من بنی اسرائیل او الی موضع وکان منافقا اسفا۔
عن ابن عباس یقول حزینا وقال فی الزخرف فلما اسفونا یقول اغضبونا۔ والاسف علی وجهین
الغضب والحزن (ابن جریر) ام اردتم۔ ام ههنا بمعنی بل وهی للاضراب عن الکلام الاول
وعدول عن الثانی کانه یقول بل اردتم بصنیعکم هذا ان یحل علیکم غضب الخ (ابن کثیر)
وعدا حسنا ای ما وعدکم علی لسانی کل خیر فی الدنیا والاخرۃ فاخلفتم موعدی۔ وعدکم
ایای فالمصدر مضاف لمفعوله۔ وکان اخلافهم موعده عکوفهم علی العجل وترکهم السیر علی
اثر موسی حُمِّلْنَا۔ فیه قراءتان متقاربتا المعنی۔ لان القوم حملوا وان موسی قد امرهم
بحمله اوزارا عن مجاهد اثقالا من زینة القوم هی الحلی التی استعاروا من ال
فرعون وعن ابن عباس مثله (ابن جریر) فقذفنها ای فالقینا تلك الاوزار من زینة
القوم الحفرۃ فکذلك القی السامری فکما قذفنا نحن تلك الاثقال فکذلك القی السامری
ما کان معه من تربة حافر فرس جبریل فاخرج قال بعضهم صاغه صباغة

هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ۝ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا
وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ
يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ
قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۝ قَالَ
يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَيْتَ
اَمْرِيْ ۝ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ
تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ

اَلَّا تَتَّبِعَنِ: نافع و ابو عمرو ساتھ اثبات یاء کے وصل میں فقط اور کثیر دونوں حال میں

یَابْنَؤُمَّ: ابن عامر شعبہ حمزہ و کسائی کے ہاں میم کسرہ سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۴) ثم القى من تراب حافر فرس جبريل في فمه فخار كما ذكر عن قتادة (ابن جرير) عجلا العجل ولد البقرة فنسي عن ابن عباس اي نسي موسى الذي انطلق يطلبه ومثله عن قتادة ومجاهد وابن جريج والسدي وابن زيد والضحاك (ابن جرير) الا يرجع اى انه لا يرجع وهي المخففة من الثقيلة والضمير يعود على العجل كما روي ابن جرير عن مجاهد وقتادة انما فتنتم به قال السدي انما ابتليتم بالعجل لن نبرح عليه عكفين اى لن نزال على العجل مقيمين نعبده ما منعك اى شئ منعك. واختلف اهل التاويل في المعنى الذي عذل موسى عليه اخاه فقال بعضهم عذله على تركه السير بمن اطاعه في اثره على ما كان عهد اليه كما روى ابن جرير عن ابن عباس وقال اخرون بل عذله على تركه ان يصلح ما كان من فساد القوم كما روى ايضا عن ابن جريج يا بنؤم. كان في الاصل يا ابن امي وحذف يا المتكلم من اللفظ تبقى الكسرة على الميم وقد تفتح وهما قراءتان فرقت اى لو قاتلت كما اخرجه ابن جرير عن ابن جريج او فارقت بعضهم مع بعض منهم كما اخرجه ابن جرير عن ابن زيد ولم ترقب قال ابن عباس لم تحفظ (ابن جرير) فما خطبك عن ابن زيد

يٰسَامِرِيُّ ۝ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ

اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۝ قَالَ فَاذْهَبْ

فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ

تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ

ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ اور البتہ ہمنے فرعون کو اپنی تمام نشانیاں دکھادیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٥٨٥) ما امرك ما شأنك عن السدی قال ما لك (ابن جریر) اصل معنی الخطب الامر وما الذی حملك علیه وهو مصدر خطب الشئ اذا طلبه ثم شاع فی معنی الشأن والامر العظیم لانه یطلب ویرغب فیه (خفاجی) بصرت ای رأیت جبریل حین جاء الهلاك فرعون فقبضت قبضة من اثر الرسول ای من اثر فرسه هذا هو المشهور عند کثیر من المفسرین او اکثرهم (ابن کثیر) اخرج عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاهد قال من تحت حافر فرس جبریل فنبذتها قال نبذ السامری علی حلیة بنی اسرائیل فانقلبت عجلا (در) ومثله عن ابن عباس رضی الله عنهما (ابن جریر) قبضة والقبضة المرة من القبض فاطلق علی المقبوض کضرب الامیر (بیضاوی) فنبذتها ای فالقیتها سولت قال ابن زید حدثتنی نفسی (ابن جریر) قال البیضاوی زینته وحسنته لی لا مساس ای لا اَمَسّ ولا اُمَسّ وذکر ان موسی امر بنی اسرائیل ان لا یواکلوه ولا یخالطوه ولا یبایعوه (ابن جریر) قال ابن کثیر فعقوبتك فی الدنیا لا تماس الناس ولا یماسونك وان لك موعدا ای یوم القیمة لن تخلفه ای لا محید لك عنه قال الحسن وقتادة وابو نهیك لن تغیب عنه (ابن کثیر وابن جریر) ظلت علیه عاکفا قال ابن عباس الذی اقمت علیه (ابن جریر) اصله ظللت فحذف اللام الاولی تخفیفا لننسفنه عن ابن عباس یقول لنذرینه فی البحر ومنه نسف فلان الطعام بالمنسف اذا ذراه فطیر عنه قشوره وترابه بالید والریح (ابن جریر) وسع کل شئ علما نصب علی التمییز ای هو عالم بکل شئ احاط بکل شئ علما (ابن کثیر)

تَبْصُرُوْا
...رۃ وکسائی سا تہ تار
...طاب کے یعنی جو تم نے
...نہیں دیکھا۔

تُخْلَفَهٗ
...ابن کثیر وابو عمرو سا تہ
...کسر لام کے یعنی تو اسکا
...خلاف نہ کر سکے گا دوسرے
...قرا تو نہ سکے گا یعنی ممنوعت
...یعنی لا شك ان
الله موف وعده
تخلفه نحشرهم
لوقف الحساب
وان الخلق مرتون
ذلك اليوم فلا الله
مخلفهم ذلك و
لاهم مخلفوه
بالتخلف عنه
(ابن جریر)

قصہ موسیٰ بطرف فرعون

پھر بھی اوس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ کہنے لگا اے موسےٰ کیا تو ہمکو ہمارے ملک سے اپنے جادو (کے زور) سے نکالنے آیا ہے تو ہم بھی ضرور تیرے سامنے ایسا ہی جادو لائینگے تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر کہ نہ ہم اسکا خلاف

تفسیر عرائس مین قصہ موسیٰ وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى الخ اسطرح بیان فرمایا قصہ کلیم کو اپنے حبیب اکبر سے ذکر فرمانے مین اُنس مزید ہے۔ اور جب کلیم ارادہ سے مقام محبت مین داخل ہوے۔ اور وسیلۂ صغرےٰ (یعنے خدمت شعیب علیہ السلام) چھوڑکر وسیلۂ کبرےٰ حاصل فرمایا۔ یعنے درخت سے دیدار یا تجلی ابتدائی مکاشفہ ہے۔ درخت آگ کے لئے آئینہ بنا۔ اور آگ نور کے لئے اور اس سے موسےٰ کے لئے تجلی فرمائی۔ واسطی نے کہا کہ آپ نار کی تلاش مین نکلے تھے وہان آپ کو نور مل گیا ؎

خدا کے دین کا موسےٰ سے پوچھیے احوال	جو آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

تو اب آدمی کسی وقت مین مایوس نہ ہووے۔ بسا اوقات مشاہدۂ حظوظ مین مشاہدۂ حق تعالیٰ نصیب ہوجاتا ہے شیخ جعفر نے فرمایا کہ موسےٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے کس طرح پہچانا کہ وہ ندائے حق ہے تو جواب مین فرمایا کہ جب مجھے سب طرف سے انوار ہیبت نے گھیر لیا اور مین اپنی خودی سے مٹ گیا۔ میرا ہر بال ہمہ تن گوش ہوا تو مین نے جان لیا کہ یہ ندائے حق ہے اور وہ مدہوشی محل فنا تھی۔ مین نے عرض کی کہ تو ہی تو ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ موسیٰ کو بقا کی تاب نہ کلام کی جرأت ہے۔ ہان تو اپنی بقاء صفات سے باقی رکھکر تو ہی مخاطِب اور مخاطَب ہو۔ حکم ہوا کہ مین ہی متکلم اور مخاطب ہون۔ اور تو درمیان مین ایک صورت ہے جس سے محل خطاب پورا کیا گیا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ نعلین کو نین اتار دے۔ اور دونون جہان کی یاد سے فارغ ہو کیونکہ یہ وادی ازل غبارِ ظنون وخیالِ نفس وشیطان سے مقدس و پاک ہے پھر قدس ازل مین غبارِ عدم کو نہ لانا چاہئے۔ اور جو اپنی خودی چھوڑدیگا اسی پر اسرار منکشف ہونگے کیونکہ مین اُس شخص کے واسطے ہون جو اپنے نفس کے واسطے نہ ہووے پھر عبادت و نماز کا حکم فرمایا

کرین اور نہ تو ہم کان برابر مین (موسے نے) کہا تمھارا وعدہ جشن کا روز اور یہہ

کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائین - تو فرعون لوٹ گیا پھر اپنے سارے داؤ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۷) کیونکہ عبودیت تمام کمالات سے اشرف ہے - اور موضع مشاہدہ و محلِ لطائف ذکر و مناجات نماز ہے **استاد** نے فرمایا جو بندہ کہ نماز مین اس طرح حاضر ہوتا ہے کہ مین اس عبودیت کو اسی کی قدرت و توفیق سے ادا کرتا ہون تو گو وہ ناقص ہو لیکن آخر مین یہ نماز فتح باب مواصلت و مناجات ہوتی ہے اور جو اس طرح نہ پڑھے تو اسکو عجب و ریا و غرور ہو جاتا ہے ؎

بزمین چو سجدہ کردم ز زمین ندا بر آمد	کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی

چونکہ موسے علیہ السلام مواجہۂ دیدارِ عظمت و جلال مین تھے - اور قریب تھا کہ ہیبتِ الٰہی سے مضمحل ہو جائین تو اُن کو ان حادثات سے مانوس کیا کہ تمھارے ہاتھ مین کیا ہے - اور اُن کو صولتِ جلال سے مقام انبساط مین لایا - اسی لئے آپ اپنے عصا کے فوائد بیان کرنے لگے - جب فرمایا کہ مین اُس پر اعتماد کرتا ہون تو غیرتِ وحدانیت جوش مین آئی حکم ہوا اچھا اسکو ڈال تو دو - جب وہ اژدر ہو گیا تو آپ ڈرے یہ اس لئے تھا تا کہ اپنا خاص بندہ غیر کی طرف التفات نہ کرے - اور حقیقت مین یہ خوف غیر سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالےٰ نے اژدہے سے اپنی عظمت کی تجلی فرمائی تو پھر مشاہدۂ عظمت و جلال مین کون ثابت رہ سکتا ہے **ابن عطا** نے فرمایا کہ حضرت موسے کا یہ قول کہ میرا عصا ہے اُسکی ملک کی نسبت اپنی طرف کی اور حقیقت مین تمام جہان حق تعالےٰ کی ملک ہے تو حکم دیا کہ اسکو ہاتھ سے ڈال دو - جب وہ اژدہا ہو گیا تو فرمایا کہ اسکو (یعنے اپنی ملک کی چیز جسکا دعوے تھا) لو - لیکن موسے علیہ السلام نے بیزار ہو کر نہ لیا - حق تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے اپنی طرف سے دیا کہ خوف نہ کرو لے لو - یعنے اسے ہمارا واسطے سے لو ہم سے لو کہ ہم ہی تمھارے واسطے ولی نعمت ہون - جب موسے علیہ السلام نے تمام اسباب و علائق سے بیزاری کی تو خود اُن کی ذات مین ایک نور نکلا یا تو یدِ بیضا ہے کیونکہ تجلی بنفسِ انسانی اقرب و

(یعنے جادوگر) جمع کئے پھر آموجود ہوا - موسٰے نے جادوگرون سے کہا تمپر افسوس

کہ اللہ پر جھوٹا افترا نہ کرو ورنہ تمکو عذاب سے ملیا میٹ کردیگا - اور جس نے افترا کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۸) اکمل ہے اسی لئے فرمایا سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ یعنے قریب ہے کہ ہم اپنی آیات کو آفاق مین اور خود انکی ذاتون مین دکھلائینگے تاکہ اُن کو کھل جائے کہ حق وہی ہے - اور ہاتھ کو ضم کرنے مین اسطرف اشارہ ہے کہ سوائے شہود کبریائی و مشاہدۂ جمال کے سب سے دستِ ہمت مضموم و بند کرلے تو وہ بیضا متصف بنورِ احدیت اسطرح ہوگا کہ اہل عالم کو اس کے چہرہ سے نورِ تجلّی کبریائی ظاہر ہوگا - اور یہ بھی اشارہ ہے کہ اپنے دستِ ظاہری کو اپنے اُس پہلو سے جس مین قالب ہے ملا دو تو بیضا ہوجائیگا کیونکہ ہمارے نظر و مشاہدہ سے قلب مین جو نور ہے اُسکا عکس تمھارے ہاتھ پر ظاہر ہوگا - اور اس مین ایک ادب کی تعلیم کا اشارہ ہے کہ حضورِ کبریا مین دستِ ادب دراز نہ ہو کہ قبطی مارا جائے - یا الواح توڑی جائین - یا ہارون کی داڑھی پکڑی جائے تاکہ وہ محلِ معجزہ ہوجائے - پھر فرمایا کہ فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ حد سے بڑھ گیا ہے اس مین یہ بھی ایک **حکمت** تھی کہ موسٰے قربِ ازلی اور مشاہدۂ ربوبیت سے قریب تھا کہ جلالِ عزت مین فنا ہوجائین - تو حقیقت سے اُن کو شریعت مین مشغول کیا - اور جب آپ نے جان لیا کہ مشاہدہ سے مجاہدہ کی طرف رجوع ہے - اور اعداء سے معاوضہ کا حکم ہے تو یہ درخواست کی کہ میرے رب میرا سینہ کھولدے اور میرے کام کو آسان کر اور مقصود یہ تھا کہ جب مین عین شریعت مین مشاہدۂ حقیقت سے غائب ہوجاؤن تو میرے سینہ کو نورِ مکاشفہ سے منشرح کردے تاکہ تجھسے محجوب نہ ہوجاؤن - اور کام مین آسانی دیجائے کہ استقامت کے ساتھ ادائی رسالت و شریعت مین قایم رہون - اور میری زبان کی گرہ کھولدے اس مین بڑا فایدہ یہ ہے کہ اسرارِ حقیقت بزبانِ شریعت ادا کئے جائین کیونکہ تیرے اوصاف کے بیان کے واسطے زبان بصفتِ قدم چاہئے کہ وہ میری بات سمجھین یعنے ہر ایک اپنے مرتبہ و مقام

بیشک وہ نامراد ہوا۔ تو جادوگر اپنے امر مین باہم بحث کرنے لگے اور چپکے چپکے مشورہ

کیا۔ بولے ہو نہو یہہ دونون (بھائی) جادوگر ہین۔ چاہتے ہین کہ تمکو تمھارے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۹) اُسکو حق سمجھے۔ یہان تک کہ اہل اشارت وحقیقت اُسکو اپنے حال پر سمجھ لین اور میرے کنبے مین سے کسی کو میرا وزیر کردے) جو میرے قول کی تعبیر بیان کرے۔ چونکہ میرا مقولہ مجمع بحار کلام ازلی سے ہے تو وہ میرے مقولہ واشارات کو سمجھیگا اور جو اس طرح ہو تو مجھے غیر کی جانب مشغولی بھی نہ ہوگی تاکہ ہم تیری تقدیس بہت کیا کرین اور تجھکو بہت سا یاد کیا کرین جب ذکر متوازی قدم واقع ہوتا ہے وہی ذکر کثیر ہے اور باقی سب قلیل چونکہ آپ نے جو کچھہ طلب کیا تھا وہ نفس کی خواہش سے نہ تھا بلکہ موافق مراد حق تھا اس لئے فرمایا اے موسےٰ تمھاری درخواست تمکو دی گئی جس کا صدور ازل مین ہوچکا تھا اب اُسکا ظہور ہوگا۔ اور البتہ ہم نے تمپر بار دیگر احسان کیا۔ یہ امتنان اُسی اصطفائی شان سے ہے جو ازل مین حاصل ہوچکی اور مین نے تمپر اپنی محبت ڈالدی یعنے تمکو محیط نور جلال وجمال قرار دیا۔ اور ہر صفت سے آپ پر نور تھا لیکن نور محبت ہر ایک صفت پر غالب تھا اور یہ اس لئے کہ تاہر محب کے محبوب ہو جائین۔ اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ پھر ہمنے تمکو غم سے نجات دی اس سے یہ امر ظاہر ہے کہ جو کوئی ازل مین برگزیدہ وممتاز ہے اُسکو شیطان سے ضرر نہین ہوتا۔ اور آپ نے جس نفس کو قتل کیا وہ اُنھین فرعونی نفوس مین سے تھا اور لحوق غم حضرت موسےٰ سے جو راس المعرفت اور سید المومنین تھے دور فرمادیا کیونکہ تمام جہان آن کے متوازی نہین ہوسکتا (مولانائے روم فرماتے ہین ؎

بہر انسان جملہ حیوان رابکش	جملہ انسان رابکش از بہر ہش

اور صحیح ہے کہ مومن کا ایک بال تمام جہان سے بہتر ہے۔ معتزلہ جو گمان کرتے ہین وہ بالکل ہیچ ہے اور ہم نے تم کو کسیقدر آزمایش مین ڈالا یہ تربیت حقایق قہر سے ہے جیسے تربیت بحقایق لطف ہے۔ ان فتنون کی

ملک سے اپنے جادو (کے زور) سے نکالدین اور تمھارے عمدہ طریق (مذہب) کو
معدوم کردین۔ توتم بھی ایک تدبیر پر اتفاق کرو پھر پرا بن کر آؤ۔ اور جو آج

ل
اور تمھارے سادات واشراف پر غالب آجائین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۰) انہا یہ تھی کہ جمیع انفاس مین غیر کی طرف نظر کرنے سے خالص کرلیا اور لباس انوار ربوبیت سے مشرف کیا **ابو الحارث** نے کہا کہ سواے اپنے سب سے چھڑا یا (اول مان کی گود سے چھڑا کر پھر واپس دئے گئے اور جوانی کے قریب تو سب سے ہی چھوٹے) **ابن عطا** نے کہا کہ تمکو طرح طرح کی بلاؤن سے گداختہ کرکے بساطِ قرب کے لایق کردیا۔ پھر تم کئی برس مدین کے لوگون مین رہے یعنے تمکو شعیب علیہ السلام کے پاس تربیت فرمایا تاکہ آدابِ حضرت کبریائی کے لایق ہوجائین۔ اور اہلِ ارادت کے لئے اللہ کی یہ سنت جاری ہے پھر تم اے موسےٰ وقت مقرر پر آئے یعنے بقدر زمانہ ارادت اور جب کامل ہوجائین تو مقامِ محبت و قرب مین آئین اور یہ مقام خدمت کے بعد ہے اور مین نے تمکو اپنے لئے پسند کیا یعنے تمھارے باطن کو نورِ اسرار حضرت سے منور کردیا **شیخ فارس** نے فرمایا کہ اپنے واسطے اسطرح خالص کرلیا کہ وہ کسی دوسرے کے لایق نہین رہے **ابو سعید خراز** نے فرمایا کہ اولیاء الٰہی اپنے جسمون مین اللہ تعالےٰ کے رہن ہین اور اُس مین مخفی ہین۔ اور اپنے لئے اُن کو خود اُن کی ذات سے پوشیدہ کردیا ہے۔ اور یہی مقام اصطناع ہے اور میری یاد مین سستی نہ کرو۔ **اشارہ** ہے کہ ادای رسالت مین مشغول ہوکر یادِ الٰہی سے غافل اور اُس کے مشاہدہ سے غائب نہ ہونا تاکہ فتور نہ ہوجائے **شیخ سہل** نے فرمایا زبان سے ذکر کرنا بدون مراقبۂ قلب کے فتور پیدا کرتا ہے دونون فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے **ابن عطا** نے فرمایا کہ ظاہر تو فرعون کی طرف بھیجے گئے لیکن مقصود اُس سے ساحرانِ فرعون تھے کیونکہ انبیاء اعدا کیلئے نہین بھیجے جاتے بلکہ دشمنون مین سے اپنے دوستون کو نکالنے کے لئے روانہ فرمایا تہا پھر اللہ تعالےٰ نے اپنا لطف و کرم اعداء کے ساتھ ظاہر فرمایا تاکہ اولیاء مومنین اُسکے رحم و کرم کو اس سے قیاس

وَ رہا اُس نے بازی جیت لی (پھر ساحرون نے صف بندی کے بعد) کہا اَے موسے یا تو اوّل تو عصا ڈال اور یا کہ اوّل ہم ڈالین۔ کہا بلکہ تم ڈالو (جب اُنھون نے ڈالا) پھر تو اُنکی رسیان اور لاٹھیان موسے کے سامنے اُن کے سحر کی وجہ سے دکھائی دین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۱) کرین۔ پھر اُس سے نرم بات کہو کہ وہ سمجھ جائے اور خدا سے ڈرے لیکن اُسکو کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ کیونکہ قہر قدم کے آثار سے سُکر قہری ظاہر ہوا تھا جو نفس امّارہ کا وصف ہے اور جو ہمہ تن خودی ہے۔ اور جو سُکرِ لطفی سے مدّعی ہوتے ہین اور اہل حقیقت سے جو دعویِ انانیت ظاہر ہوتا ہے اُسکی ایک حقیقت ہوتی ہے (اور وہ مقامِ بیخودی ہے۔ مولانا فرماتے ہین ؎

کیست فرعون آنکہ او خود را ببدید	کیست موسے آنکہ او خود وا رہید

یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ تیرا لطف اس کے ساتھ ہے جو رب ہونیکا دعوے کرتا تھا تو اُسپر کیسا لطف ہوگا جو تیرا بندہ ہونے کا مدّعی ہے پھر فرمایا اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى یعنی ماسوائے حق عزوجل کے جو کچھ ہے اُسکا ہر ذرہ عدم سے بنورِ قدم نکلا۔ پھر اُسکو عقل سری عطا کی اور وجود کیونکر اپنے موجد کو نہ پہچانے حالانکہ بالکل غرق دریائے الوہیت ہے لیکن جنکی حیات بروح فعلی ہے جیسے حشرات و وحوش و طیور وغیرہ اور جن مین روح روحانیہ ہے جیسے ملائکہ و جن۔ اور جنکی روح کو نفخۂ حق کے وقت سے کشفِ ذات و صفات ہے تو ان تینون مین حق تعالیٰ کی معرفت بقدر اُن کے ارواح و عقول کے ہے لیکن آخری معرفت اتم ہے اور وہی لوگ قدسی ربّانی ہین مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ الآیہ اس مین اشارہ اجسام و اشکال کی جانب ہے کیونکہ ارواح تو عالمِ ملکوت سے ہین اگر حق تعالیٰ اُن کو مٹی کے پردہ مین نہ رکھتا تو ایک روح سے تمام جہان بھر جاتا اور اُس کے نور سے سب جل جاتا اور جب ارواح کی تربیت نورِ فعل حق سے کامل ہوجاتی ہے تو یہ اجسام و اشکال بھی بصفتِ روحانی ہوجاتے ہین تو اب زمین اُن کو اُٹھا نہین سکتی اور اسکا مقام عالمِ غیب ہوجاتا ہے الخ

کہ وہ دوڑ رہی ہین۔ تو موسے اپنے جی مین ڈرنے لگے۔ ہم نے کہا نہ ڈرو بیشک
تم ہی اُوپر ہو گے۔ اور جو تمھارے داہنے ہاتھ مین ہے ڈالدو کہ جو کچھہ انہون نے
بنایا ہے وہ نگل جاے۔ انہون نے تو جادو کا فریب بنایا ہے۔ اور جادوگر جہان
کہین آیا فلاح نہین پاتا (الغرض ایسا ہی ہوا) پھر جادوگر سجدہ مین گر پڑے کہنے
لگے کہ ہم ہارون اور موسے کے خدا پر ایمان لائے۔ فرعون نے کہا اس سے
پہلے کہ مین تم کو اجازت دون تم اُسپر ایمان لائے یہی تمھارا بڑا ہے جس نے تمکو
جادو سکھایا۔ تو اب مین ضرور تمھارے ہاتھہ اور پاؤن الٹے اور سیدھے کٹوا دونگا
اور بے شک کھجور کے تنون پر تمکو سولی چڑہا دونگا اور تم جان لوگے کہ ہم مین
کس کا عذاب سخت اور دیر تک ہی جادوگر بولے کہ ہم اون کھلے معجزون پر جو
ہمارے سامنے آئے اور اُسپر جس نے ہمکو پیدا کیا تجکو ہرگز ترجیح نہ دینگے (اختیار
نہ کرین گے) تو کرلے جو کچھ کرتا ہی۔ بس تو اسی دنیا کی زندگی مین حکم چلا سکتا ہے
(ہم کو تو آخرت کا ڈر ہے) اسی لئے ہم اپنے پروردگار پر ایمان لاچکے تاکہ ہمارے
لئے ہمارے قصور اور وہ (جادو کا گناہ) بھی بخشدے جس پر تو نے ہمکو مجبور کیا
اللہ بہتر اور زیادہ دیر پا ہی (ابدی ہے)، بے شک جو اپنے رب کے سامنے مجرم بنکر جاوے
ہوگا تو اُس کے لئے دوزخ ہی جس مین نہ مرے اور نہ زندہ رہے اور جو اوس کے

پاس مومن ہوکر آئیگا اور اُسنے نیک عمل بھی کئے تو یہی لوگ ہین جن کے لئے بلند
درجے ہین ہمیشہ رہنے کے باغ - جن کے نیچے نہرین بہتی ہین - اُن مین ہمیشہ رہینگے
اور یہہ اوسکا صلہ ہے جو پاک ہوا - اور ہم نے موسےٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے
بندونکو (جو بنی اسرائیل سے ہین) رات سے نکال لیجاؤ - پھر اُن کے لئے سوکھی
راہ دریا مین بنا دینا تو تمکو (آل فرعون کے) تعاقب کا خوف ہوگا اور نہ (دریا
مین ڈوبنے سے) ڈروگے (موسیٰ حسب حکم سر شام زمین مصر سے بنی اسرائیل کو
دریا مین لے گئے) پھر فرعون نے مع اپنے لشکر کے اُنکا پیچھا کیا تو اُنکو دریا نے
گھیر لیا جیسا کچھ گھیرا (یعنے سب ڈوب گئے) اور فرعون نے اپنی قوم کو بہکایا -
اور سیدھا راستہ نہ دکھایا (پھر فرمایا) اے بنی اسرائیل ہمنے تم کو تمھارے دشمن سے
نجات دی اور ہم نے تم سے طور کے داہنی طرف (یعنے مناجات موسیٰ اور
توراۃ اُتارنے) کا وعدہ کیا اور تمپر من وسلویٰ اُتارا (اور کہدیا کہ) ستھری
چیزین جو ہم نے تمکو دی ہین کھاؤ اور اسکے بارے مین حد سے نہ گذر جانا (کل
کے لئے ذخیرہ نہ کرنا ورنہ) پھر تمپر میرا غضب ضرور ہوگا اور جسپر میرا غضب لازم
ہوا وہ ہلاک ہوگیا - اور مین بڑا بخشنے والا ہون اوس شخص کو
کہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے پھر

ف [illegible]

ہدایت پر قایم رہی (جب موسیٰ طور پر توراۃ لینے آگے بڑھ آئے تو ہم نے پوچھا)
اور اے موسے تمکو اپنی قوم سے آگے آنے پر کیا چیز باعث ہوئی (کیون انکے
ہمراہ نہ رہے) عرض کی کہ وہ یہہ ہین میرے پیچھے۔ اور اے میرے پروردگار مین
تیری طرف اسلئے جلد آیا ہون تاکہ تو (مجھ سے) خوش ہو۔ فرمایا کہ ہم نے تو تمھاری
قوم کو تمھارے پیچھے بلا (یعنے گوسالہ پرستی) مین ڈالدیا۔ اور سامری نے انکو

اھتدی ابن عباس نے فرمایا کہ پھر اپنے ایمان مین شک نہین کیا قتادہ نے فرمایا کہ پھر اسلام کو لازم کر لیا اور اسی پر موا۔ ربیع بن انس نے کہا کہ سنتِ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا۔ ابن زید نے کہا کہ اپنے عمل مین مصیب ہوا ثابت بنانی نے کہا کہ محبت وولایت اہل بیت نبی کی راہ پا لیا۔ ابن جریر نے یہ سب آثار سند سے بیان کر کے فرمایا کہ ہدایت پر استقامت ہونا سبکو شامل ہے ۱۲ ابن کثیر نے لکھا کہ جب فرعون ہلاک ہوا تو موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر جانبِ طور روانہ ہوے اور راہ مین ایک قوم پر گذر ہوا جو اپنے بتونکے عابد اور مجاور رہتے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسا الٰہ بنا دو آپ نے فرمایا کہ تم قوم جاہل ہو جیسا کہ خدا نے فرمایا فقالوا یموسی اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ قال انکم قوم تجھلون۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تیس رات کا وعدہ دیا کہ توراۃ عطا فرمائیگا۔ پھر دس رات بڑھا کر چالیس رات سے میقات پوری کی۔ ان ایام مین آپ نے دن رات روزہ رکھا۔ پھر موسےٰ علیہ السلام مبادرت وجلدی کر کے جانبِ طور روانہ ہوے اور بنی اسرائیل پر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو خلیفہ کیا کہ ان کو منزل بمنزل قریب طور کے لاکے اُتارین انتہیٰ۔ ابن جریر نے بھی ابن اسحٰق سے اس سے کچھ مختصر روایت کی۔ ۲ے اللہ کی جانب سے جہان سوال ہوتا ہے تو یہ علام الغیوب سے طلب معرفت نہین بلکہ تعریف یا تبکیت یا تنبیہ غیر ہے ۳ے کیونکہ امتثالِ امر اور وفاءِ عہد مین مسارعت کرنا موجب خدا کی رضامندی کا ہے ۱۲

گمراہ کردیا۔ تو موسےٰ اپنی قوم کی طرف غصّے مین بھرے ہوے رنجیدہ واپس آے

(اور) کہنے لگے اے میری قوم کیا تم سے تمھارے پروردگار نے اچھا وعدہ نہ کیا

تھا۔ تو کیا تمپر مدّت دراز ہوگئی یا تم نے یہ چاہا کہ تمھارے پروردگار کا تمپر غضب

ضرور واقع ہو پس اسوجہ سے تم نے میرے وعدہ[1] کا خلاف کیا وہ بولے کہ ہمنے

اپنے اختیار سے تمھارے وعدہ کا خلاف نہین کیا۔ لیکن قوم (قبط) کی زیور و نکا

بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا۔ تو ہم نے[2] اسکو (گڑھے مین) ڈالدیا۔ پھر اسی طرح سامری

نے (اسپ جبریل کے سُم کی خاک) ڈالدی۔ پھر اون کے لئے ایک بچھڑا

بنا نکالا (یعنے ایک بدن کہ جسکی آواز گاے کی سی تھی۔ پھر کہنے لگے کہ تمھارا

اور موسےٰ کا یہ معبود ہے موسےٰ بھول گئے ہین (جسکی تلاش[3] مین کوہ طور پر گئے

[1] یعنے میرے واسطے سے دین و دنیا کی بھلائی کا وعدہ کیا تھا [2] وعدہ کا خلاف اسطرح کیا کہ گوسالہ پرستی پر اڑے رہے اور حضرت موسےٰ کے پیچھے نہ گئے ۱۲ (ابن جریر) [3] حدیث الفتون اور روایت سدّی ابی مالک سے اور وہ ابن عباس سے کہ آپ اس طرح بیان کرتے ہین کہ ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اُس زیور و نکو ایک گڑھے مین جمع کرنیکا حکم دیا۔ اس سے غرض آپکی یہ کہ مال ایک جا جمع رہے اور جب موسےٰ علیہ السلام واپس آئین تو جو چاہین کرین۔ پھر سامری آیا اور وہ مٹھی نشانی قدم رسول کی اسپر ڈالی۔ اور ہارون علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی کہ جو یہ سامری چاہتا ہے ہو جائے۔ آپنے چاہا کہ گوسالہ ہو جاے پس وہ گوسالہ جسم خوار یعنے گائے کی آواز والا ہوگیا۔ اور یہ ایک طرح کا ابتلا و امتحان اور فتنہ و استدراج تھا (ابن کثیر) [4] ابن جریر فرماتے ہین کہ سامری نے وصف موسےٰ علیہ السلام بیان کیا کہ جسکی تلاش مین گئے ہین وہ یہی گوسالہ ہے لیکن وہ بھول گئے ہین یہی

وہ یہی ہے۔ (اللہ فرماتا ہے) بھلا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ وہ (بچھڑا جسکو
یہ خدا کہتے ہیں) نہ اُن کو اُلٹ کر کسی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ اُن کے کسی
نقصان اور نفع کا مالک ہے۔ اور ہارونؑ نے (موسٰی کے پلٹ آنے کے) پہلے
اِن سے کہا تھا کہ اے میری قوم اس سے تم آزمائے جارہے ہو (کہ کسکا ایمان
صحیح اور کس کے دل میں شک ہے) اور تمھارا رب تو رحمان ہے تو میرے کہے پر
چلو اور میری بات مانو۔ وہ بولے کہ ہم ہمیشہ اسی پر جمے بیٹھے رہیں گے یہاں تک
کہ موسٰی ہمارے پاس واپس آئیں (موسٰی نے آکر) کہا کہ اے ہارون جب تمنے
دیکھا تھا کہ وہ گمراہ ہوگئے تو تمکو کیا وجہ مانع ہوئی کہ تمنے میری پیروی نہ کی۔ کیا
تم نے میرے حکم عدولی کی (پھر موسےٰ نے ہارون کی داڑھی اور سر کے بال
پکڑ کر کھینچے) ہارون نے کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے نہ میری داڑھی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶) قول مختار ہے کیونکہ اہل تأویل کا اسی پر اجماع ہے علاوہ یہ کہ بیان
موسےٰ کے بعد ہے الخ ؎ ہارون علیہ السلام نے نصیحت کا عمدہ طریقہ اختیار فرمایا۔ جیسا کہ پہلے ان کو اپنی
طرف منسوب کرکے میری قوم فرمایا پھر آگاہ کیا کہ دیکھو یہ آزمائش ہے پھر اللہ کی معرفت کی طرف متوجہ کیا
کہ دیکھو تمھارا پالنے والا جو نہایت ہی مہربان ہے پھر نبوت کی طرف بلایا کہ میری اتباع کرو پھر اطاعت امر کا
حکم فرمایا جو شریعت ہے ؎ اے میرے ماں کے بیٹے یہ کہنا صرف شفقت دلانے کے لئے ہے ورنہ آپ
وہ سگے بھائی تھے۔ غرض ہارون علیہ السلام نے اپنے بھائی موسےٰ سے معقول عذر کیا کہ یہ میں نے جو
آپ سے آکر گوسالہ پرستی کا واقعہ بیان کیا اور پیچھے رہ گیا اسکا یہی سبب ہے کہ مجھے خوف ہوا کہ اگر یہ

سر (کے بال) پکڑو۔ مجھے ڈر ہوا کہ تم کہنے لگو کہ تونے بنی اسرائیل مین پھوٹ
ڈالدی۔ اور میری بات یاد نہ رکھی۔ موسیٰ نے کہا ای سامری تیرا کیا حال ہے
وہ بولا کہ مین نے وہ چیز دیکھی جو اورون نے نہین دیکھی تو مین نے ایک مٹھی
خاک نقشِ قدم ہوے (جبریل کے گھوڑے کے پیر) کے نیچے سے لے لی۔ پھر مین نے
وہی ڈالدی اور میرے نفس نے مجھے ایسی صلاح دی۔ موسےٰ نے کہا کہ چل
(نکل)۔ زندگی مین تو تیری یہی سزا ہی کہ کہتا پھرے کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا اور تیرے
لئے ایک وعدہ اور بھی ہے جو کسی طرح تجھسے نہین ٹلیگا۔ اور اپنے معبود کی
طرف جسپر تو جما بیٹھا تھا دیکھ۔ ہم اُسکو جلا دین گے۔ اور پھر اسکو دریا مین اڑا کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۷) واقعہ آپ سے آکر بیان کردیتا تو آپ فرماتے کہ کیون تو اُن کو اکیلا چھوڑکر چلا آیا اور ان مین تفرقہ اور پھوٹ ڈالدی اور میری بات کا لحاظ نہ رکھا کیونکہ مین اُن مین تجھکو خلیفہ کرکے چھوڑ گیا تھا (ابن کثیر) موسیٰ علیہ السلام نے وہ عذر قبول فرمایا اور خدا سے اپنے اور اپنے بھائی کے لئے مغفرت چاہی چنانچہ دوسری جگہ مذکور ہے۔ ـلہ یہ لامساس کا ترجمہ ہے۔ اور مماستہ سے ماخوذ ہے جو طرفین سے ہوتی ہے اور یہ لائے نفی جنس ہے اور مراد نہی ہے معالم مین ہے کہ خدا کے جانب سے یہ اُسکو سزا دیگئی تھی کہ وہ جنگلون مین جانورون کے ساتھ پھرا کرتا اور جب کسی آدمی کو دیکھتا تو مضطر ہو کر یہ کہہ اُٹھتا کہ لامساس کہا گیا کہ جب کسی نے اُسکو چھو لیا یا اُسنے خود کسی کو چھو لیا تو دونون کو سخت بخار اسیوقت چڑہتا تھا۔ انتہیٰ ۱۲ ـلہ ابن کثیر نے قتادہ سے ذکر کیا کہ اُنہون نے فرمایا کہ وہ سونے کا گوسالہ گوشت و خون کا ہوگیا تھا بس اُسکو آگ مین جلا کر اُسکی راکھ سمندر مین پھینکدی اور

بکھیر دین گے۔ تمھارا معبود تو بس اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہین اُسکا
علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ جب اے نبی کریم ہم نے موسٰے کا قصہ اس فصاحت
و بلاغت سے بیان کیا اسی طرح اور بھی گذشتہ اخبار و واقعات تمسے بیان کرینگے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۰) ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ سوہان سے رِتوا کر ریزہ ریزہ کرکے
آگ مین جلا دیا اور یہی سُدی کا قول ہے فریابی و عبد بن حمید و ابن منذر و ابن ابی حاتم سے روایت ہے اور
تصیح بھی کی کہ حضرت علی مرتضے رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب موسے علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی طرف جلدی
کی تو سامری نے قصد کرکے زیورات بنی اسرائیل کی عورتون کے جہان تک پائے جمع کرکے اُسکا گوسالہ بنایا
پھر اُس کے جوف مین وہ مٹھی خاک ڈالی جو اُس نے اثر رسول سے لی تھی تو وہ گوسالہ جسد ہو گیا جو آواز
کرتا تھا پھر سامری نے اِن لوگون سے کہا کہ یہ تمھارا الہٰ اور موسٰے کا الہٰ ہے اُسوقت ہارون نے
اُن سے کہا کہ اے قوم کیا تمھارے رب نے تم کو خوب وعدہ نہین دیا ہے پھر جب موسٰے علیہ السلام لوٹکر
آئے تو ہارون کے سر اور داڑھی کے بال پکڑے اور ہارون نے وہی جواب دیا جو مذکور ہے پھر سامری سے
خطاب کیا اُس نے مشت خاک اثر رسول سے لینا اور اُس مین ڈالنا بیان کیا۔ پھر موسٰے علیہ السلام نے
اس گوسالہ کو ایک نہر کے کنارہ ریتون سے ریتوایا اور ریزہ ریزہ کرکے بہا دی پھر جس نے اس
دریا سے پانی پیا اُن لوگون مین سے جنھون نے یہ گوسالہ پوجا تھا اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا جیسے
سونے کا رنگ ہوتا ہے۔ موسٰے علیہ السلام سے عرض کی کہ ہم لوگون کی توبہ کیونکر ہے فرمایا کہ
آپس مین تم مین سے بعضے بعض کو قتل کرین پھر ان لوگون نے چھریان لین اور باہم قتل کرنے لگے کسی آدمی نے
اپنے بھائی کو کسی نے اپنے باپ کو کسی نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا اور کچھ پروا نہ کی کہ کس کو اُسنے مار ڈالا ہے یہانتک کہ
ان مین سے ستر ہزار قتل ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے موسٰے کو وحی بھیجی کہ اُن کو حکم کرین کہ اپنے ہاتھ اٹھالین مین نے
اِن لوگون کو بخشدیا جو قتل ہوئے ہین اور اِن لوگون کو معاف کردیا جو باقی رہ گئے ہین ۱۲-

تا تمھارا علم زیادہ ہو۔ قلب کو تسلی ہو۔ تمھاری بزرگی و جلالت ظاہر ہو۔ معجزات کی کثرت ہو۔ سننے والےکو عبرت ہو۔ دین دار کو زیادتی بصیرت ہو۔ منکروں پر حجت قایم ہو چنانچہ فرمایا كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۚ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۚ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۚ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۚ (اے پیغمبر) اسی طرح ہم تم کو گذشتہ خبریں سناتے ہیں۔ اور ہم نے تم کو اپنے پاس سے ذکر (یعنی قرآن)

آیت ۹۹ تا آیت ۱۰۴

نَنْفُخُ ۔ ابو عمرو کے سوا تمام قاریوں کے نزدیک صیغہ جمع متکلم یعنی ہم پھونکیں گے۔ اسناد نفخ کی طرف آمر کے ہے۔ کیونکہ اسرافیل نافخ کی ہیں لیکن حکم اللہ کا ہے کہ اس نے فعل کو اپنا فعل فرمایا ۱۲

مَنْ ۔ اسمِ مَن موصول لفظ میں مفرد ہے تو اَعرَضَ وغیرہ میں ضمیر بلحاظ لفظ کے ہے۔ اور باعتبار معنی کے عام ہے تو خلدین جمع فرمایا۔ سَآءَ اس میں ایک ضمیر مبہم ہے جسکی تفسیر حملاً ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے یعنی ساء لهم حملاً وزرهم (بیضاوی) عن ابن عباس بئسما حملوا یعنی بذلك ذنوبهم (ابن جریر) يتخافتون ۔ قال ابن عباس يتسارون (ابن جرير) واخرجه ابن المنذر وابن ابی حاتم (در) والمخافتة والتخافت والخفت بوزن السبت اسرار المنطق (مختار) امثلهم طريقة قال شعبة اعلمهم فی انفسهم وقال سعيد اوفاهم عقلا (ابن جرير) واخرج ابن ابی شيبة وعبد بن حميد وابن المنذر وابن ابی حاتم عن سعيد بن جبير قال اعلمهم فی نفسه (در) سلہ ابوزید نے فرمایا ذکراً سے مراد قرآن ہے ابن ابی حاتم (۲)

عطا فرمایا۔ جس نے اس سے منہ پھیرا وہ قیامت کے دن (گنا ہوںکا) بھاری
بوجھ اٹھائیگا۔ اور اسی حال میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو یہ لوگ قیامت کے دن
اٹھائے ہوں گے بُرا بوجھ ہے۔ جسدن صور پھونکا جاے گا اور ہم اُس دن گنہگاروں کو
کہ اُن کی آنکھیں نیلی ہونگی (میدان حشر میں) جمع کریں گے۔ آپس میں (مارے
خوف کے) چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ تم (دنیا میں) بس دس دن ٹہرے ہوگے
ہم خوب جانتے ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ جو اُن میں سے زیادہ عقل والا ہے وہ کہیگا کہ
تم نہیں ٹہرے مگر ایک دن یعنے یہ لوگ حیات دینوی کو بہت قلیل بیان کرینگے
اس لئے کہ جلد گذر گئی۔ اور جو شخص ان میں سے عقل میں کچھ بڑہا ہوا ہوگا اور زیادہ
اس مدت کو قلیل بیان کریگا۔ یعنے مبدأ عقود نہیں بلکہ مبدأ آحاد بعد بیان روز
قیامت منکرین حشر کا ایک سوال جو روز قیامت کے متعلق ہے بیان کرکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) ۶ اُس میں ہے کہ ذکر لدنی سے وہ اسرار ربوبیت مراد ہیں کہ جو مخلوقات سے پوشیدہ کئے گئے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن سے آگاہ فرمایا ابن عطا نے فرمایا کہ ذکر یعنے موعظت عظیم کہ اُسکی مواظبت و ملازمت سے تیر کوئی اسرار ہمارے پوشیدہ نہ ہوں گے۔ اور تمام انبیا کے حالات تمپر مکشوف ہوں گے اور تم سرحق میں تہون گے سلہ وزرًا کی تنکیر تعظیم پر دال ہے (بیضاوی) مجاہد نے فرمایا وزرًا کے معنی اثمًا یعنے گناہ (ابن جریر) ابن منذر و ابن ابی حاتم (در) سلہ ابن عباس نے فرمایا کہ قیامت میں حالات ہونگے کسی حال میں نیلی آنکھیں کسی حال میں اندھے۔ ابن ابی حاتم (در)۔

اُنکا جواب ادا فرماتا ہے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۙ
فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۗ يَوْمَئِذٍ
يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ

نسفا۔ قال الراغب نسفت الريح الشيء اذا قلعته وازالته وانسفته واصل معناه تطرحه طرح النسافة وهي ما يثور من غبار الارض اه فيذرها اى الارض واضمارها من غير ذكر لدلالة الجبال عليها قاعا صفصفا۔ ابن کثیر نے لکھا کہ قاع زمین ہموار اور صفصف اُسکی تاکید ہے (گویا اجزا اُسکے ایک صف مین ہین) اور کہا گیا کہ وہ زمین جس مین نہ نبات ہے نہ درخت اور قول اول اولی ہے اگرچہ یہ دوسرے معنی بھی بطور لزوم مراد ہو سکتے ہین (کیونکہ برابر ہونا مستلزم ہے کہ اُس مین درخت وغیرہ کسی قسم سے نشیب وفراز نہ ہو) اسی لئے فرمایا لاترى فيها عوجا ولا امتا یعنے اوس روز زمین مین نہ وادی (یعنے زمین نشیب ہموار کہ سیلاب جاری ہونیکی جگہ ہو) اور نہ اُبھار اونہ پستی نہ بلندی ہوگی یہی قول ابن عباس وعکرمہ ومجاہد وحسن بصری وضحاک وقتادہ اور بہت سے سلف کا ہے اھ فقیر کہتا ہے کہ در منثور اور تفسیر ابن جریر مین ہر ایک کا ماخذ موجود ہے لا عوج له الضمير للداعي اى لا يُعوج له مدعو كما يقال لا عصيان له اى لا يُعصى واصله ان المصدر تارة يضاف الى الفاعل وتارة الى المفعول یعنے اس سے اُن کی غرض یہ ہے کہ مصدر کی دلالت فعل پر ہے اور اس پر بھی کہ وہ مجہول کے لئے مبنی ہے۔ اس اعتبار سے کہ جب مصدر فاعل کی طرف مضاف ہوکے مستعمل ہوتا ہے تو فعل معروف پر دلالت کرتا ہے۔ اور کبھی مفعول کی طرف مضاف ہوتا ہے تو فعل مجہول پر دلالت کرتا ہے۔ یون نہ سمجھنا کہ مصدر خود دو ہوتے ہین ایک معلوم دوسرا مجہول جس طرح کہ اُنکی عبارات مین واقع ہوا ہے لیکن یہ بات بعضون سے مخفی تھی ہم نے جس طرح ذکر کیا وہ بعضے کتب عربیہ مین موجود ہے (خفاجی) وخشعت قال ابن عباس سكنت (ابن جرير)

مصدر خود معروف و مجہول نہین ہوتا۔

09 فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ
10 لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
11 وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ
خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ اور (اے پیغمبر) تم سے (روز قیامت) پہاڑوں کی
نسبت دریافت کرتے ہیں تو کہدو کہ میرا پروردگار اُن کو (ٹکڑے ٹکڑے اور دہول
کرکے) اڑا کر بکھیر دیگا۔ پھر زمین کو ہموار میدان کر چھوڑیگا۔ کہ (اے مخاطب) تو نہ اسمیں
کہیں موڑ دیکھیگا اور نہ بلندی (وپستی) اُس دن لوگ (قبروں سے اُٹھکر) ایک پکارنیوالے
(یعنے اسرافیل) کے پیچھے دوڑیں گے اس سے مڑ نہ جائیں گے۔ اور آوازیں (خوف)
رحمن سے دب جائیں گی پس (اے مخاطب) آہستہ آواز کے سوا تو کچھ اور نہ سنیگا۔

همسا قال ابن عباس وطء الاقدام وكذا قال عكرمة ومجاهد والضحاك والربيع بن انس
وقتادة وابن زيد وغيرهم وعن ابن عباس الصوت الخفي وهو رواية عن عكرمة والضحاك
اور سعید بن جبیر نے کہا کہ باتوں اور قدموں کی آواز۔ آپ نے دونوں قولوں کو جمع کردیا اور آیت محتمل ہے۔ (ابن کثیر)
فقیر کہتا ہے کہ ماخذ ان اقوال کا تفسیر ابن جریر ودر منثور میں بھی موجود ہے ۱۲ وَعَنَتْ قال ابن عباس ذلت۔ و
عنه يعني خضعت استسلموا لي وقال ابن زيد استأسرت الوجوه اي صاروا اسارى كلهم له
قال والعاني الاسير قال ابن جرير واصل العنو الذل يقال منه عنا وجهه لربه يعنو عنوا
يعني خضع له وذل۔ وكذلك قيل للاسير عان لذلته الاسر (ابن جرير) لـه يتبعون کا
ترجمہ ہے کیونکہ تشدید تا میں مبالغہ ہے یعنے بڑی کوشش سے جلدی متوجہ ہوں گے ۱۲

اُسدن سفارش کام نہ آئیگی مگر جسے رحمٰن نے اجازت دیدی اور اُسکا قول پسند فرمایا
وہ لوگونکا اگلا پچھلا حال سب جانتا ہے - اور لوگون کا علم اُسپر حاوی نہین
ہوسکتا اور منہ (خدا کے) زندہ پائندہ کے لئے جھک جائینگے - اور بیشک
نامراد ہوا جس نے ظلم (یعنے شرک) کا بوجھ اٹھالیا اب قیامت کا بیان مسلمانو نکے
احوال پر ختم فرماتا ہے پھر قرآن کی توصیف ہے وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ١١٢
وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ ١١٣

لہ یعنے اللہ تعالیٰ نے اُن کا قول شفاعت کے مقدمہ مین قبول فرمایا جنکا درجہ و مرتبہ اُس کے پاس ہے ۱۲ ع اُس مین ہے (کہ یہ تو قیامت کبریٰ کا بیان ہے جو حضورِ حق مین حاضر ہون گے) اور اسی طرح جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انوار ذات و صفات کی تجلیات کا طلوع دلہای عارفین سے ہو تو اُن کے دلون سے شواغل انسانی و رسوم نفسانی و عوارض بشری و رسوم علمی و مراسم عقلی کو زائل کرکے اُن کے قلوب کو ہموار مستوی بدون پستی و بلندی کے چھوڑ دیتا ہے تاکہ ارواح قدسیہ اُن قلوب سے مشاہدہ انوار ازلیہ و ابدیہ السوطرائقہ کرتے ہین جو رسم علمی و فہمی سے علاوہ ہے - اور یہ اُسوقت ہوتا ہے کہ جب ہر ایک قسم کی خود و شہوت اور نفسانی خیالات او وہم زائل ہوجاتے ہین ۱۲ ع ۱۲ قتادہ نے فرمایا کہ ظلم سے مراد شرک ہے - اسکی تخریج عبدالرزاق و عبد بن حمید نے کی (در) هضما اصل الهضم النقص یقال هضمنی فلان حقی و منه امرأة هضیم ای ضامرة البطن و منه هضم الطعام (لتلاشیه فی المعدة) (ابن جریر) وكذلك عطف ہے كذلك نقص پر یعنے جس طرح ہم نے پہلون کے قصے عبرت آمیز بیان کئے اسی طرز پر تمام قرآنکو (کہ جو جامع تمام معانی مقصودہ کا ہے) نازل کیا -

وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ اور جو نیک عمل کریگا اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو اُسکو نہ زیادتی کا خوف ہوگا (کہ گناہ بڑھا دیئے جائیں) اور نہ نقصان کا (کہ نیکیاں کم کردی جائیں) اور اسی طرح ہم نے اسکو قرآنِ عربی[1] اُتارا ہے اور

لہ عن ابن عباس قال لا يخاف ان يظلم فيزاد في سياته ولا يهضم من حسناته اخرجه ابن المنذر وابن ابي حاتم (در) واخرجه ابن جرير عن ابن عباس والضحاك وقتادة ومجاهد والحسن ۱۲ عرب لوگ اپنی فصاحتِ زبان پر اسقدر نازاں تھے کہ وہ بمقابلہ اپنے تمام اقوام دنیا کو عجم یعنے گنگ کہتے تھے - عربی زبان یوں بھی ایسی فصیح اور وسیع ہے کہ دنیا میں کوئی زبان اُسکا مقابلہ نہیں کرسکتی - ہر ایک چیز کے لئے متعدد الفاظ اس زبان میں موجود ہیں - اور پھر ہر ایک چیز کی جتنی مختلف حالتیں اور جداگانہ خاصیتیں ہیں ان کے لئے جدا جدا الفاظ ہیں - یہ کمال کسی اور زبان میں پایا نہیں جاتا - یہی وجہ ہے کہ غیر زبانوں کی کتابوں کے ترجمہ کرنے کے لئے عربی زبان کا دامن نہایت وسیع ہے - اور جذباتِ انسانی کی ہوبہو تصویر کھینچنے کے لئے یہ زبان ہر طرح تیار اور آمادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس زمانۂ عرب میں نبی مبعوث کیا اور عربی زبان میں قرآن شریف نازل فرمایا - اسلئے کہ اُس زمانے میں سوائے عربی زبان کے اور کوئی زبان اس کمال کو نہیں پہونچی ہوئی تھی اور نہ ابتک کوئی پہونچی ہے - اور تمام زبانیں عربی زبان کی محتاج اور عربی زبان سے مستخرج ہیں اور سب زبانوں میں کثرت سے عربی الفاظ کا ذخیرہ موجود ہے مگر عربی زبان میں دوسری کسی زبان کا ذخیرہ ہرگز موجود نہیں بلکہ جن الفاظ کو غیر زبان کا بتایا جاتا ہے وہ درحقیقت عربی ہیں جو کثرتِ استعمال سے کچھ ٹوٹ پھوٹ کر دوسری زبانوں میں چلے گئے - عربی زبان کے الفاظ کا نظام کامل ہے - ہر ایک لفظ اپنی بنا وجہ تسمیہ رکھتا ہے عرب بتا سکتا ہے کہ فلانی چیز کا نام یہ کیوں رکھا گیا - عربی زبان کا علم اشتقاقِ صغیر اشتقاقِ کبیر ہر ایک لفظ کا مادہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے - کیا کوئی انسان یا عرب کے بدو اس زبان کے موجد ہوسکتے ہیں - یہ زبان تمام زبانوں سے شائستگی وسعت اور فصاحت میں کوئی زبان اسکی برابری نہیں کرسکتی ۱۲

فصاحتِ زبانِ عربی

اِس مین طرح طرح پر ڈراوے سنا دے تاکہ لوگ (گنا ہون سے) بچین[1] یا یہ کہ (قرآن)
اُن کے (دلون مین) نصیحت پیدا کردے (جس سے وہ اطاعت کرین) پس اللہ
بلند مرتبہ بادشاہِ حقیقی ہے (وہ ڈرانے سے پہلے کسی کو عذاب نہین کرتا اسی لئے اپنے
رسول کو وحی کے سہو و نسیان سے بچاتا ہے چنانچہ فرماتا ہے) اور (اے پیغمبر[2]) وحی
کے تمام ہونے سے پہلے قرآن (کے پڑھنے) مین جلدی نہ کیا کرو۔ اور[3] کہو کہ اے
میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے۔ جب گذشتہ واقعات بیان کرنے کا
کَذٰلِکَ نَقُصُّ عَلَیۡکَ الخ مین وعدہ فرما چکا تھا پھر قرآن کی عظمت بیان کرکے
اُس وعدہ کو اس طرح پورا فرماتا ہے وَلَقَدۡ عَهِدۡنَاۤ اِلٰۤی اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِیَ
وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا ۝ وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰۤئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا

آیت ۱۱۵ تا آیت ۱۲۳

---

[1] یتقون ای یترکون الماثم او یحدث لهم ذکرا وهو ایجاد الطاعة وفعل القربات (ابن کثیر) [2] اخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادة قال او یحدث القرآن ذکرا قال جدا وورعا (در) واخرجه ابن جریر [3] جب جبرئیل علیہ السلام وحی لاکر کوئی آیت پڑھتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ساتھ پڑھتے تاکہ قرآن محفوظ رہے۔ حکم ہوا کہ اسقدر آپ تکلیف نہ گوارا کیجے۔ اُس سے آسان و سہل طریقہ آپکے لئے ہم نے یہ بتلایا ہے کہ ہم خود ہی آپکے سینہ مین جمع کردینگے کہ اُس مین سے کچھ بھی نہ بھولین گے پھر لوگون کو پڑھ سنائے چنانچہ سورۂ قیامۃ لا تحرک به لسانک الخ مین اسکی تفصیل موجود ہے (ابن کثیر) وَلَقَدۡ مین جو لام ہے وہ جواب قسم محذوف ہے عَهِدۡنَا۔ عهد الیه یعنے اسکو حکم کیا مِنۡ قَبۡلُ یعنے قبل اس زمانے کے فَنَسِیَ یعنے عہد کو بھول گئے ۔۱۲

اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰى ۝ فَقُلۡنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوۡجِكَ
فَلَا يُخۡرِجَنَّكُمَا مِنَ الۡجَـنَّةِ فَتَشۡقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِيۡهَا وَلَا تَعۡرٰى ۝
وَاَنَّكَ لَا تَظۡمَؤُا فِيۡهَا وَلَا تَضۡحٰى ۝ فَوَسۡوَسَ اِلَيۡهِ الشَّيۡطٰنُ
قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلۡ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الۡخُـلۡدِ وَمُلۡكٍ لَّا يَبۡلٰى ۝ فَاَكَلَا
مِنۡهَا فَبَدَتۡ لَهُمَا سَوۡاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخۡصِفٰنِ عَلَيۡهِمَا مِنۡ
وَّرَقِ الۡجَـنَّةِ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ
عَلَيۡهِ وَهَدٰى ۝ قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ

اِنَّكَ — نافع وشعبہ ساتھ کسر ہمزہ کے اِنَّ لَکَ پر عطف ہے اور جو قرأت فتح سے ہے وہ اَنْ لَا تَجُوْعَ پر عطف ہے ۱۲

فتشقٰی یہان شقاء سے مراد تعب ہے جو طلب قوت ومعیشت مین ہو۔ اور موید اس توجیہ کے لئے آیت آئندہ ہے اور یہ کام فقط مردون کا ہوتا ہے اسی لئے فتشقا تثنیہ نہین فرمایا اور یہ بھی ہے کہ ابتداءین خطاب صرف آدم کو تھا تو اب اس جزا کے مخاطب بھی وہی بنائے گئے۔ تعریٰ۔ عرِیَ من ثیابہ بالکسر عریا بالضم فھو عارٍ وعریان لَا تَظْمَأُ۔ ای لا تعطش ومن المجاز انا ظمآن الی لقائك (اساس) عن ابن عباس لا تظمأ فیہا ولا تضحٰی یقول لا یصیبك عطش ولا حرّ وعن سعید بن جبیر وقتادہ لا تضحٰی لا تصیبك شمس اخرجہ ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم (د ر)
لا تضحٰی۔ ای لا تبرز للشمس۔ قال صاحب المختار وضحی للشمس بالکسر ضحاء بالفتح والمد ای برز لها وضحی یضحی کسعی یسعی ضحاء ایضا بالفتح والمد مثلہ ومنہ قولہ تعالٰی ولا تضحٰی۔
لا یبلٰی ای لا یزول ولا یضعف قال الخفاجی معناہ یفنی او یصیر بالیا خلقا ۱۲
فبدت لهما سواٰتهما ای فانکشف لهما عوراتهما وکانت مستورۃ عن اعینهما (ابن جریر) وطفقا یخصفان قال السدی اقبلا یغطیان علیهما بورق التین وقال قتادۃ یوصلان علیهما من ورق الجنۃ (ابن جریر) وهدٰی ای وهداہ للتوبۃ

(ابن جریر) ۱۲

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ اور ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا تو وہ بھول گئے۔ اور ہم نے اُن مین استقلال نہ پایا اور (اے پیغمبر یاد کرو) جب ہم نے فرشتون سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدے مین گر پڑے مگر ابلیس کہ اُس نے انکار کیا تو ہم نے کہدیا کہ اے آدم یہ تمھارا اور تمھاری بی بی کا دشمن ہے کہین تم کو جنت سے نکلوا نہ دے پھر تم تکلیف مین جا پڑو۔ یہان نہ تم بھوکے رہتے اور نہ ننگے۔ اور یہ بھی ہے کہ یہان نہ تم پیاسے ہوتے ہو اور نہ دہوپ مین رہتے ہو پھر شیطان نے

سلہ ابن عباس نے فرمایا کہ انسان اسی لئے نام رکھا گیا کہ جو اُن سے عہد لیا گیا تھا وہ بھول گئے۔ (ابن جریر) سلہ قتادہ نے کہا کہ عزم معنی صبر ہے۔ عطیہ نے فرمایا کہ عزم کے معنی حفظ کے ہین یعنے جسکا ہم نے حکم فرمایا تھا اُسکو یاد نہین رکھا۔ ابن عباس اور ابن زید نے بھی اسیطرح فرمایا۔ اصل عزم کے معنے کسی شے کا دل مین اعتقاد کرنا کہتے ہین عزم فلان علے کذا جب اسکام کا دل مین مستقل ارادہ کرچکا ہو۔ تو جس کام کا مستقل ارادہ ہوتا ہے تو وہ یاد بھی رہتا ہے اور اُسپر صبر بھی کرتا ہے (ابن جریر) سلہ ہمنے اسی تفسیر کے صفحہ ۱۲۵ مین بیان کردیا ہے کہ یہ سجدہ تکریم وتحیت ہے سجدہ عبادت نہین (یعنے مسجود کو معبود والٰہ اعتقاد کرنا) جس طرح ہنود وشرک کرتے ہین خواہ اقوال ہون یا افعال انکا مدار نیت پر ہے۔ چونکہ شیطان کا کبر وغرور بڑے درجہ کا تھا اس لئے اُسکی ذلت کے لئے یہ حکم دیا گیا۔ اور اس شریعت مین تو وہ بھی حرام ہے سلہ سعید سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کے لئے ایک سُرخ بیل اُتارا گیا جس سے آپ کھیتی کرتے تھے اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے جاتے تھے۔ (ابن جریر)

نصف پارہ

آدم کے دل مین وسوسہ ڈالا۔ کہا کہ اے آدم کہو تو تم کو ہمیشگی کا درخت بتا دون

(کہ اگر اس مین سے کہالو گے تو نہ مروگے) اور ایسی سلطنت جو کبھی فنا نہ ہو۔ پھر دونون نے

اس درخت مین سے کہالیا تو انپر انکی شرمگاہین ظاہر ہوگئین اور اپنے اوپر جنت کے

پتے چپکانے لگے۔ اور آدم نے اپنے رب کا حکم ٹالا اور بھٹک گئے پھر انکے پروردگار

نے انکو نوازا اور انکی طرف متوجہ ہوا اور راہ پر لایا۔ حکم دیا کہ تم دونون (یعنے شیطان

اور آدم) یہانسے اترو۔ ایک کا دشمن ایک پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت

آئی تو جو میری ہدایت پر چلا نہ وہ (دنیا مین) بہکیگا اور نہ (آخرت مین) تکلیف مین پڑیگا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۸) انکا اس لئے بیان فرمایا کہ بھوک باطنی ذلت ہی اور عریانی ظاہری ذلت۔ اسیطرح پیاس تو باطنی گرمی و حرارت کا اثر ہے اور ضحی حرارت ظاہری یعنے یہان تمکو کوئی ظاہری و باطنی ذلت و محتاجی نہین۔ (ابن کثیر) ؎ قال السکنی فلا تموتان ابدا (ابن جریر) ؎ اس مین اشارہ ہے کہ غیر دیر نہین ؎ ائمہ اصول نے کہا کہ تمام انبیاء کرام معصوم ہین ان سے کوئی گناہ سرزد نہین ہوتا اگرچہ صغیرہ سہواً ہی کیون نہو اور احکام الٰہی مین تو کوئی خطا قطعی طور سے ان سے نہین ہوتی۔ اسیطرح استاد ابو اسحاق اسفرائنی اور ابو الفتح شہرستانی اور قاضی عیاض اور شیخ تقی الدین سبکی وغیرہم نے کہا ہی کیون کہ وہ ہمیشہ حضور الٰہی مین خاص طور سے رہتے ہین کبھی تو اس تعالےٰ کا مشاہدہ کرتے ہین اور کبھی یہ مشاہدہ ہوتا ہی کہ وہ انکو دیکھ رہا ہی۔ غرض ان دو مشاہدون سے کبھی وہ باہر نہین ہوتے پھر جسکا یہ مقام ہو اس سے مخالفت حقیقی ہرگز ممکن نہین۔ ہان مخالفت صوری کہہ سکتے ہین اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ ابتداء نبوت بعد انتہاء ولایت ہی پھر کسکی مجال ہی کہ انکو گناہونکا دھبہ لگا سکے۔ چنانچہ مشہور ہی حسنات الابرار سیات المقربین (یواقیت وجواہر) اور زیادہ تفصیل جلد اول تفسیر ہذا کا صفحہ ۱۰۵ ملاحظہ ہو۔ ؎ یعنے تم دونون ابلیس اور اسکی ذریت کے دشمن ہوا اور ابلیس تم دونونکا اور تمہاری ذریت کا دشمن ہی ؎ ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اسکے لئے ضامن ہوگیا ہی کہ

ابوطالب مکی فرماتے ہین کہ ایک لغزش سے آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے تا
اولادِ آدم اس سے عبرت لین۔ ہزار افسوس ہے ہمپر کہ ہم توبہت سے گناہ کرکے جنت کے
امیدوار ہورہے ہین جب اللہ تعالے نے ہدایت کی پیروی کرنے والون سے نیک
24 وعدہ فرمایا توجواوس سے روگردان ہواُسکو وعید سے ڈراتاہے۔ وَمَنۡ اَعۡرَضَ
25 عَنۡ ذِكۡرِيۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا وَّنَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى قَالَ
26 رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِىۡۤ اَعۡمٰى وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتۡكَ اٰيٰتُنَا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۹) جس نے قرآن پڑہا اور اُسکی پیروی کی یہ کہ نہ دنیا مین گمراہ ہونہ آخرت مین شقی پھر آپنے یہ آیت پڑھی اور ایک روایت آپسے ہے کہ اللہ تعالی اسکو گمراہی سے دنیا مین اور برُے حساب قیامت مین بچالیگا۔ اسکو ابن ابی شیبہ طبرانی وابونعیم حلیہ وابن مردویہ نے تخریج کی ۱۲ (در) معیشۃ ضنکا قال مجاہد ضنکا ضیقۃ چنانچہ کہا جاتاہے ھذا منزل ضنك یعنے یہ مقام تنگ ہے وعیش ضنك یعنے تنگی معیشت ہے۔ اسمین مذکر ومونث واحد وتثنیہ جمع ایک ہی لفظ سے آتے ہین (کیونکہ یہ اصل مین صدر ہے جو صفت قرار دیا گیا ہے) اور یہ برزخ مین ہوگا جسکو عذاب قبر کہتے ہین۔ یہ اسلئے کہ آگے ولعذاب الاخرۃ اشد وابقے فرماتاہے تواس سے یہ معنی مفہوم ہے کہ اس سے پہلے کوئی عذاب ہوچکاہے اور آخرت کا عذاب اوس سے بڑہکر ہے۔ چونکہ دنیا مین بعض کافر بعضے مسلمانون سے وسعت وآرام مین ہین اسلئے عذاب قبر ہی مراد ہے اسکے موید اور روایات بھی ہین۔ چنانچہ ابوسعید خدری نے فرمایا معیشۃ ضنکا عذاب قبر ہے اور ایک روایت آپ سے ہے کہ اسپر اوسکی قبر تنگ ہوجائیگی یہانتک کہ اسکی پسلیان ادہر سے اودہر نکل آئینگی۔ ابوہریرہ نے فرمایا کہ کافر کو اُسکی قبر دباتی ہے یہانتک کہ اُسکی پسلیان ادہر سے اودہر نکل جاتی ہین۔ ابوصالح وسدی نے بھی فرمایا کہ وہ عذاب قبر ہے اور یہ ابوہریرہ سے مرفوع بھی مروی ہے (ابن جریر) کذلك ھکذا اتتك (ابن جریر)

فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ۝ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ

يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ۝ جس نے میری

یاد سے منہ پھیرا تو اُسکو تنگی کی گذران ملیگی (یعنے عذاب قبر ہوگا)[1] اور ہم اُسکو قیامت کے

دن اندہا اُٹھائینگے[2] - وہ کہیگا کہ اے میرے رب تونے مجھے اندہا کیون اُٹھایا اور

مین تو دنیا مین بینا تھا - فرمائیگا اسی طرح ہماری آیتین تیرے پاس آئین تو تو نے

اُن کو بھلا دیا - اور اسی طرح[3] آج تو بھی بھلایا جائیگا (خبر نہ لیجائیگی) اور جو شخص حد سے بڑھ چلا

---

[1] عبد الرزاق وسعید بن منصور و مسدد اپنی مسند مین و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم وابن مردویہ و حاکم اور تصحیح بھی کی اور بیہقی کتاب عذاب قبر مین ان سبھون نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ معیشۃ ضنکا عذاب قبر ہے اور ابن ابی شیبہ و بزار و ابن منذر وابن ابی حاتم و ابن مردویہ و حاکم ایک دوسری وجہ سے ان سبھون نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معیشۃً ضنکًا عذاب قبر ہے - اسکے جیسے اور بھی روایات ہین درمنثور دیکھو ۱۲

[2] بعضون نے کہا کہ بصیرت کا اندہا ہونا ہے - چنانچہ ابو صالح اور مجاہد نے فرمایا کہ اعمٰی عن الحجۃ اور ایک دوسری روایت مین مجاہد سے بینائی کا اندہا ہونا مروی ہے یعنی دنیا مین مجھے بینائی تھی یہان کیون اندہا کیا - ابو جعفر طبری یعنے ابن جریر یہ سب اقوال نقل کرکے فرماتے ہین کہ جب خدا نے کسی معنی کی تخصیص نہین فرمائی ہے تو وہ اپنے عموم پر ہے یعنے اندہا ہونا عام ہے بینائی بھی مسلوب ہوگی اور اُسکے لئے کوئی حجت بھی نہ ہوگی -

[3] یعنے جس طرح تو نے دنیا مین ہماری آیات کو بہول گیا اور تو اُسکو چھوڑ دیا اور روگردان ہوگیا آج ہم بھی تجھے بہول جائینگے اور آگ مین چھوڑ دینگے چنانچہ ابو صالح اور مجاہد نے اسی طرح فرمایا (یعنے ایسی چھوڑ دینگے جس طرح بہولی چیز چھوڑ دی جاتی ہے) (ابن جریر) مسئلہ قرآن کا نسیان باوجودیکہ اُس کے معنی یاد ہون

اور اپنے پروردگار کی آیتون پر ایمان نہ لایا ہم اسکو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہین۔ اور آخرت کا عذاب بہت ہی سخت اور دیرپا ہی۔ جب منکرون کی حشر کا ذکر ہوا تو دنیا مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۱) اور اُس کے موافق عمل ہو تو وہ اس وعید خاص مین داخل ہنین لیکن ایسے شخص کے لئے بھی حدیث مین وعید آئی ہے امام احمدؒ نے سعد بن عبادہؓ سے اور ایک دوسری سند سے عبادہ بن صامتؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہنین کوئی مرد کہ اُس نے قرآن پڑہا پھر اسکو بھولا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جب ملیگا تو اس حال سے ملیگا کہ وہ بالکل جذام مین مبتلا ہوگا۔ (ابن کثیر) عالمگیری مین ہے کہ جس بھولنے پر یہ عذاب ہے ایسا بھولنا ہے کہ مصحف مین دیکھ کر بھی نہ پڑہ سکے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ جو حفظ کیا ہے اُسکو نہ بھولے تفسیر عرائس مین ہے کہ یہ جو زلت و لغزش آدم علیہ السلام سے ہوی اُسکے ساتہ ہی اصطفائیت ازلیہ بھی موجود تھی اسلئے وہ قدیم اصطفائیت غالب ہوئی۔ اور لغزشِ مذکور اُسکے مقابلہ مین مٹ گئی کیونکہ قبولیتِ ازلی کے ساتہ کوئی معصیت ضرر ہنین کرتی بلکہ اجتبائیتِ ازلیہ اُسرار رعلاوہ ہوگئی شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ عصیان کے نام سے مذمت ہے ولیکن اصطفائیت و اجتبائیت کے نام ایسے ہین کہ یہ دونون لقب موجود ہوتے ہوے حضرت آدم علیہ السلام کو کسی حال مین کوئی مذمت لاحقِ حال ہنین ہوتی۔ اور یہ بھی آپ پر لطف وکرم الٰہی ہے کہ بوجہ اُس زلت کے دنیا مین سخت مجاہدات و ریاضت مین گرفتار کیا۔ اور دوسرے لوگون سے معاصی کا صدور دنیا مین ہوا ہر تو انکی سزا آخرت پر ہے کیونکہ دنیا کی تکلیف و مشقت آسان ہے (مولانا عصام الدین نے ذکر کیا کہ مین نے تفاسیر مین دیکھا کہ شجرہ جس سے آدم علیہ السلام نے کھایا وہ شجرۂ علم ہے۔ مجھے ایک مدت تک اسکی فکر تھی کہ اسکے کیا معنی ہین پھر ایک روز مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا مجھے آسمان پر لے گئے وہان آدم علیہ السلام سے ملکر عرض کی تو آپنے فرمایا کہ مجھے مشاہدہ سری کا حکم تھا اور اُس شہود سے بجانب علوم التفات کرنے کی ممانعت تھی پھر مین نے وسوسۂ شیطان سے ایکمرتبہ معرفتِ علمی کے ساتہ صفاتِ کمالیہ کا مشاہدہ چاہا تو عتابِ مذکور ہوا۔ مُلّا علی قاری نے کہا کہ یہ قول مناسب باشارات ہے نہ موافق

جو کچھ انکا حال ہوا ہی عبرت لینے کے لئے اُسکو بھی بیان فرماتا ہے ۔ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۲) بتفسیر ظاہری) ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝ جب آدم علیہ السلام کو دریائے حجاب و امتحان مین غرق کیا تو قلب آدم علیہ السلام پر تجلی فرمائی اور اُسمین سوائے شوقِ لقائے رحمن کے کچھ نہین تھا تو اپنی ذاتی تجلی سے سرفراز کیا ۔ اور اس فرقت مین یاد کے عوض اصطفائیت قدیم پر اجتبائیت جدید زائد فرمائی اور خود انکی جانب رجوع فرمایا کیونکہ قدیم کو حدوث لاحق نہین ہوتا یعنے حدوث کو خود مجال لحوق نہین ۔ اور کہان وہ ہوتے ہین جنکے واسطے کہان کا نام ہی نہین اور کہان اور رہان سب اُسکی مخلوقات ہین پس حق عزوجل نے خود اپنی توجہ فرمائی اور کشفِ جمال و جلال سے سرفرازی دی ۔ اور ہمیشہ حق عزوجل کی عنایت اُنپر مبذول رہی کیونکہ صفاتِ الٰہی مین تغیر نہین اس لئے انکو خود معذور فرمایا کہ بھول گئے اور ہم نے اُن کے لئے عزم نہ پایا اور کس طرح وہ مخالفت پر عزم کرتے اسلئے کہ وہ پردۂ عصمت مین مستور اور قبضۂ قدرت مین معصوم تھے ۔ اور جب نفس کو کشفِ عیوب دیا گیا اور علم کا باب مفتوح ہوا تو اُس مکاشفہ سے بجانب مشاہدۂ علمی و امتحانِ نفس زمین پر نازل فرمایا پھر فرمایا کہ جو میری ہدایت پر چلا نہ وہ بھٹکیگا اور نہ آخرت مین شقی ہوگا شیخ سہل نے فرمایا کہ اتباع سے مراد اقتداء کتاب الٰہی و سنت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر بیان فرمایا کہ جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو اُسکو تنگی کی گذران ملیگی یعنے جس نے طریق الہام و یادِ الٰہی سے منہ موڑا وہ انوار سے محجوب ہوا اور جو نورِ ذکر سے محجوب ہوا وہ نورِ مشاہدۂ حق سے محروم ہوا اور اُسکی ناپاک زندگی ظلمت مین ہے اسکا رزق مکدر ہے اور جو شخص محجوب ہوا اُسکی زندگی سے بدتر کسکی زندگی ہوگی شیخ جعفر نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تو کبھی اُس سے روگردان نہ ہوتے اور جس نے اعراض کیا وہان سے مردود ہوکر کھانے کپڑے جورو بچون وغیرہ مین گرفتار کیا گیا ۔ بعض نے کہا کہ تنگیِ عیش یہ ہے کہ اہلِ ذکر کے ساتھ صبر نہین کرسکتا اور بعض نے فرمایا کہ طاعات پر مداومت کرنے مین دل تنگ ہوتا ہی پھر معیشتِ آخرت کی تنگی بیان فرمایا کہ ہم اُسکو قیامت کے دن اندھا اُٹھائینگے ۔ کلماتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جس نے دنیا مین اللہ تعالیٰ کو نہین پہچانا وہ آخرت مین بھی اُسکو نہین پہچانیگا الخ ۔

يَهْدِ لَهُمْ اسکا فاعل مضمونِ قولِ الٰہی كَمْ اَهْلَكْنَا ہے ۔ ابو البقاء نے کہا کہ فاعل اہلاکنا ہے جس پر اھلکنا دال ہے ۔ اور یہ بھی جایز ہے کہ اُس مین ضمیر اللہ یا رسول کی طرف راجع ہو ۔ اور کم خبریہ اہلکنا کا مفعول ہے ۱۲

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِىْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ

لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ۝ کیا لوگون کو اس سے ہدایت نہوی کہ اُن سے پہلے ہم نے

کتنی جماعتون کو ہلاک کر ڈالا یہہ لوگ اُن ہی کے رہنے کی جگہون مین چلتے (پھرتے) ہین

اسمین عقل والون کے لئے بہتیری نشانیان ہین۔ قتادہ نے فرمایا کہ جب قریش شام کو

تجارت کیواسطے جاتے ہین تو عاد و ثمود وغیرہ کی بستیون سے گذرتے ہین۔ اور اُن کو

خراب و ویران دیکھتے ہین کہ اُنکا کچھ نشان نہین اس لئے فرمایا کہ اس سے عبرت لیکر ہدایت

نہین پاتے۔ کیونکہ وہ بھی انھین کی طرح کفر کرتے تھے۔ آخر جو اُن کے ساتھ ہوا وہی

ان کے ساتھ بھی ہوگا۔ جب گذشتہ لوگون کے ہلاک سے ڈرایا اب سبب تاخیر عذاب

بیان فرماتا ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ۝ؕ اور (اے پیغمبر)

اگر ایک بات نہوتی جو تمھارے پروردگار سے پہلے صادر ہوچکی ہے (کہ قبل اتمام مدت وحجت عذاب

نہ کریگا) اور وقت معین نہ ہوتا (یعنی قیامت) تو (ابھی عذاب) لازم ہوجاتا۔ جب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۳) اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ اعلم بما لھم قال الم نبین لھم (در)
النُّهٰى۔ نُہیَۃ کی جمع ہے جسکے معنی عقل کے ہین۔ چونکہ موضع ضرر سے وہ نہی ومنع کرتی ہے اس لئے اسکا نام نہیہ ہے۔ ابن جریر نے ابن
عباس سے کہ اولی النہی متقی ہین۔ اور قتادہ سے کہ وہ اہل ورع ہین سلہ ابن ابی حاتم (در) وابن جریر۔ لِزَامًا۔ لزام مصدر ہے مبالغہ
کیلئے وصف کیا گیا ہے کہا جاتا ہے لَازَمَ فُلَانٌ فُلَانًا یُلَازِمُہٗ مُلَازَمَۃً وَلِزَامًا اذا لم یفارقہ ومعنی الکلام
ولولا کلمۃ سبقت من ربک واجل مسمی لکان لزاما (ابن جریر) سلہ عن قتادۃ الاجل المسمی
الساعۃ لان اللہ یقول بل الساعۃ موعدھم (ابن جریر) عقیدہ اللہ تعالیٰ چونکہ خالق

اپنے نبی کو اس بات سے آگاہ فرما دیا کہ کسی کو قبل پوری ہونے مدت کے ہلاک نہین فرماتا اس لئے آپکو اس طرح تسلی دیتا ہے۔ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ؀ پس (اے پیغمبر) اون باتون پر جو کافر کہتے ہین صبر کرو۔ اور اپنے رب کی تسبیح کرو حمد کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے (یعنے نمازین پڑہو) اور رات کے گھڑیون مین بھی تسبیح کرو اور دن کے طرفون مین بھی تاکہ تم خوش ہو جاؤ۔ ابن عباس نے فرمایا کہ قبل طلوع وقبل غروب آفتاب

تُرْضٰى
شعبہ اور کسائی سلاتے ضمہ تاکے یعنے تم خوش کرے جاؤگے یعنے خدا آپ کو آپ کی عبادت و طاعت سے خوش کر دیگا۔ فتح تا سے یہ معنے ہین کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسقدر ثواب عنایت فرمائیگا کہ آپ خوش ہو جاوینگے یعنے متقارب ہین کیونکہ جب حضرت کو اللہ خوشنود کرے گا تو خود بھی اوسے خوشنود ہے اور جب وہ راضی ہوا تو حضرت کو بھی خوشنود کیا ۱۲۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۴) مالک ہے اوسکو اختیار ہے کہ بغیر علت وسبب کے جسکو چاہے فضل ورحمت کے لئے خاص کرے اور جسکو چاہے عذاب کرے۔ اسلئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فعل کے لئے علت ہوتی تو دو حال سے خالی نہین یا تو علت قدیم ہوتی یا حادث۔ اگر یہ علت قدیم ہوتی تو فعل بھی قدیم ہو جاتا حالانکہ ایسا نہین اور اگر علت حادث ہوتی تو اس علت کے لئے ایک دوسری علت چاہئے یہانتک کہ سلسلہ قدیم پر منتہی ہو کیونکہ غیر متناہی سلسلہ باطل ہے۔ جب یہ دونو نہین ہو سکتے تو معلوم ہوا کہ بلا علت خدا تعالیٰ کی خود مختاری و مالکیت سے اسطرح ہوتا ہے (کبیر) واجل عطف کلمۃ پر ہے فاصبر صبر سے مراد عدم اضطراب ہے نہ ترک قتال تا آیت منسوخ ہو جا اور یہ فا سببیہ ہے لسے اذا لم تعذبھم عاجلا فاصبر ۱۲ سله ابن کثیر نے کہا کہ آناء اللیل کے مقابلہ مین اطراف النہار ہے جس سے ساعات شب اور اوقات روز مراد ہے۔ خفاجی نے کہا یہان فعل کو جار مجرور سے موخر کیا اُسکے اہتمام کے لئے کیونکہ وہ نفس کے آرام کا وقت ہے اور آناء کا واحد اِنْی بروزن غنی ہے سله عبد الرزاق و فریابی و عبد بن حمید و ابن منذر و ابن ابی حاتم (در)۔

تسبیح کرنے سے غرض فرض نمازیں ہیں۔ بعضے علماء نے کہا کہ قبل طلوع اور قبل غروب
میں تمام رات اور تمام دن آگیا تو پانچوں فریضہ نمازیں ان میں آگئیں اور رات کے
گھڑیوں اور دن کے طرفوں سے مراد نوافل ہیں جس میں تہجد اور فرض کے ساتھ کی
سُنتیں بھی داخل ہوگئیں بعد ترغیب امور دینیہ کے زینت دنیویہ کی جانب
میل کرنے سے منع فرماتا ہے۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا
مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ۔

متعنا متضمن معنی اعطینا کو ہے تو ازواجاً مفعول اول اور زہرۃ دوسرا مفعول قال الرازی ومتعنا به اى اللذنا به ولا متاع الا اللذ ذ بما يدرك من الحواس الظواهرة يقال امتعه امتاعا و متّعه تمتيعا قال البيضاوي وازواجا منهم اى اصنافا من الكفرة قال القنوى اشار الى ان من بيانية اى الاصناف هم الكفرة قال الرازي وهي من المزاوجة بين الاشياء و هي المشاكلة وذلك لانهم اشكال في الذهاب عن الصواب قال ابن جرير الطبري ولا تنظر الى ما جعلنا لضرباء هؤلاء المعرضين عن آيات ربهم واشكالهم متعة في حياتهم الدنيا يتمتعون بها من زهرة عاجل الدنيا ونضرتها لنفتنهم فيه يقول لنختبرهم فيما متعناهم به ونبتليهم فان ذلك فان زائل الخ قال البيضاوي ويجوز ان يكون حالا من الضمير في به والمفعول منهم اى الى الذي متعنا به وهو اصناف بعضهم او ناسا منهم فقیر کہتا ہے کہ ابن کثیر نے بھی اسی معنی کو اختیار کیا تو من تبعیضیہ ہوگا اسی لحاظ سے ہم نے دونوں معنے لکھے۔ زهرة قال قتادة زينة الحياة الدنيا اخرجه ابن ابى حاتم (درّ) وابن جرير

اور (اے پیغمبر) تم اپنی نظر اوس چیز کی طرف نہ دوڑاؤ جو ہم نے انکو دنیا کی آرایش ہر قسم کی دے رکھی ہے تاکہ ہم اون کو اُس مین آزمائین - اور تمھارے پروردگار کا رزق بہتر اور زیادہ پایدار ہے - شانِ نزول[1] اس آیت کا اس طرح ہے کہ آنحضرت نے ایک مہمان کی ضیافت کے لئے کسی یہودی سے آٹا قرض طلب فرمایا تھا تو اُس نے بغیر رہن کے دینے سے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تو یہ آیت تسلّی کیلئے اتری یعنے خدا کا رزق اونکی زینت دنیا سے بہتر اور ہمیشہ ہے جسکو زوال نہین حضرت[2] عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب اہل دنیا کے پاس جاتے اور دنیا کی کوئی زینت نظر پڑ جاتی تو گھر مین داخل ہوتے وقت یہ آیت لا تمدن الخ پڑھتے پھر کہتے کہ نماز پڑھو نماز پڑھو اللہ تعالے تم پر رحم کرے بعد تسلّی دنیا کے دینداری یعنے گھر والون کو بھی نماز کا حکم کرنے کیلئے تاکید فرماتا ہے اور خود بھی ادا کرنیکا تاکہ قال سے زیادہ حال کا اثر ہو وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ

وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا ؕ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰى ۝ - اور (اے پیغمبر) اپنے گھر والون کو نماز کا حکم کرو اور خود بھی اوس پر قائم رہو - ہم تم سے روزی نہین مانگتے (بلکہ) ہم خود تم کو روزی دیتے ہین - اور پرہیزگاری کا بھی انجام (بخیر) ہے - رسول[3] اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے

ا لف
اس انعام کے کا فرونکو دنیا کی آرایش دے رکھی ہے -

ع ۱۳۲ ۶ ۱

[1] ابن ابی شیبہ و بزار و ابو داؤد و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو نعیم ابو رافع سے (در) [2] ابن منذر و ابن ابی حاتم (در)
[3] ترمذی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے -

اے ابن آدم (سارے کام چھوڑکر) میری عبادت کے لئے متوجہ ہو تو تجھے غنی کردونگا اور تجھ سے فقیری دور کردونگا اور جو تو نے اسطرح نکیا تو تجھے پریشان کردونگا اور تیری فقیری دور نکرونگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سارے غم چھوڑکر غم آخرت اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اوسکو دنیا کا غم نہ دیگا اور جسکے ساتھ احوال دنیا کے متفرق غم ہے تو اللہ تعالیٰ پروا نہین کریگا کہ وہ کسی غم مین بھی ہلاک ہوجاے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو غم دنیا ہو تو اللہ تعالےٰ اوسپر اوسکا کام متفرق اور محتاجی کو روبرو کردیتا ہے اور اوسکے پاس دنیا اوسیقدر آتی ہے جو اوسکے لئے لکھا گیا ہے اور جس شخص کی نیت آخرت ہو تو اللہ تعالےٰ اوسکے کام جمع کردیتا ہے اوسکا دل غنی بناتا ہے اور دنیا اوسکے پاس ذلیل ہوکر آتی ہے سفیان ثوری راہ سے جارہے تھے۔ آپ کے رفیق نے کسی میر مالدار کے مکان پر نظر ڈالی تو حضرت سفیان نے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ لوگ اسیواسطے اسباب و مکانات اور گھوڑے گاڑیان اور لباس و آرایش رکھتے ہین کہ تا لوگ اونکی طرف دیکھین تو جنے دیکھا اوس نے اونکی غرض پوری کردی اور اون کے معصیت مین مُعاوِن مددگار ہوا اور اونکی تحسین سے خود مبتلائے ظلمت ہوا۔ اکثر بزرگان دین نے ظالمونکی

لہ ابن ماجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ۱۲ ابن ماجہ حضرت زید بن ثابت سے ۱۲ سہ قوت القلوب ۱۲

عمارات اور اونکی سواریان دیکھنے سے ممانعت کی ہے ابن کثیر نے لکھا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرد اپنے اہل کو نماز کا حکم کرے اور جو بی بی خاوند کی نماز مین اعانت کرے وہ بہت اچھی ہے۔ اسکے حق مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا دی ہے اور حضرت اسمٰعیل کی صفت کَانَ یَاۡمُرُ اَھۡلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ مین اسی طرح فرمایا۔ اور جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ مہینہ تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دروازہ پر تشریف لیجاتے اور اسطرح فرماتے اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللہُ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا[1] پھر اس نصیحت کے بعد ایک اونکا شبہ ذکر فرما کے اوسکا جواب دیتا ہے وَقَالُوۡا لَوۡ لَا یَاۡتِیۡنَا

بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ ؕ اَوَ لَمۡ تَاۡتِھِمۡ بَیِّنَۃُ مَا فِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی ۝ وَلَوۡ اَنَّاۤ اَھۡلَکۡنٰھُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِہٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡ لَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَیۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَ نَخۡزٰی ۝ اور کافر کہتے ہین

(کہ یہ پیغمبر) اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی صداقت پر) کیون نہین لاتا۔ کیا اگلی کتابون کی نشانی ان کے پاس نہین آئی (یعنی قرآن)

۱۳۴

اَوَلَمۡ تَاۡتِھِمۡ ابن کثیر وابن عامر وشعبہ وحمزہ وکسائی الا ساتہ یاء تذکیر کے ۱۲

[1] ابن مردویہ وابن عساکر وابن نجار ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے (در) گو یہ بات مدینہ منورہ مین ہوئی اور یہ سورہ مکیہ ہے تو ہوسکتا ہے کہ یہان بھی آپ نے حکم کی تعمیل کی ہو اور پھر وہان بھی ۱۲ [2] معجزات تو آنحضرت سے بہت ہوے ہین لیکن یہان اعظم معجزات کو بیان فرمایا کہ جنکو لکھنا پڑھنا نہین آتا وہ تمام کتب

اور اگر ہم رسول بھیجنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو (روزِ قیامت) کہتے کہ
اے رب ہمارے تو نے ہمارے طرف کوئی رسول کیون نہین بھیجا کہ ہم ذلیل
ہونے سے پہلی تیری آیات کے پیروی کرتے جب اسباب سے آگاہ فرماد
ایمان ممتنع اور اونکا جدال غیر منقطع ہے۔ کیونکہ یہ کفر و عنا د پر اڑے ہوئے ہین۔
ہدایت مین اسطرح کے عیب لگاتے ہین اگر قبل ہدایت عذاب کرین تو ظلم کا شور
مچاتے ہین اب آپ کیا کروگے صرف اسقدر کہدو۔ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ
فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى
(اے پیغمبر) کہدو ہر ایک منتظر ہے سو تم بھی منتظر رہو پھر تم جان لوگے کہ سیدھی راستے
والے کون ہین اور کس نے راہ پائی۔ یعنے جب قیامت ہوگی اُسدن
معلوم ہو جائے گا کہ کون حق پر ہین اور کون کامیاب ہوتے ہین۔ تم یا ہم۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦١٩) متقدمہ کے اخبارات اس فصاحت و بلاغت سے بیان فرمارہے ہین
چنانچہ صحیحین مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نبی ہوا ہے اُسکو ضرور آیات مین
سے اسقدر دیا گیا ہے کہ اُن جیسی آیات پر بشر ایمان لائے اور مین تو جو دیا گیا ہون وہ خالص
وحی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحی فرمائی ہے سو مجھے امید ہے کہ اُن سب سے زیادہ میرے تابعین قیامت
کے روز ہونگے ۱۲ السوي - قال السدی العدل - اخرجہ ابن ابی حاتم (در)۔
مَنْ - دونون جگہ واسطے استفہام کے ہے اور محلاً مرفوع بہ سبب ابتدا کے ہے (بیضاوی)
الحمد للہ کہ پارہ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اور سورۂ طٰہٰ تمام ہوا۔ اسکے بعد پارۂ اقترب ہے۔